سود سے پاک تجارت کی حکمت عملی

انجنیئر ارشد نعیم چوہدری

فہرست مضامین

شمار صفحہ

۔اقرار نامہ

۔مقدمہ

۔دو تہذیبوں (مشرق اور مغرب) کا ٹکراو

۔عالمی لیڈروں اور معاشی ماہرین کی اہم ترین ذمہ داری

۔ربٰو کا مفہوم، مضاربت یا مشارکت، مزارعت

۔ اسلام کا معاشی نظام بمقابلہ سرمایہ دارانہ اور اشتراکی معاشی نظام

۔اسلام کا معاشی نظام

۔قرض یا ادھار تجارت کا تصور

۔ ربٰو/سود کا خاتمہ

۔ مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا آغاز کیسے ہوا

۔ تحفظ انسانیت کا حکم

۔ رول ماڈلز (نمونۂ حیات)

۔ متبادل نظام اور پاکستان

۔ بلاسود معاشی نظام کیا ہے

۔آزاد معیشت یا فری اکانومی

۔ ربٰو اور نقد تجارت کا تقابلی جائزہ
۔ سودی نظام کے تخلیق کاروں کا مقصد
۔ ربٰو کے خاتمے کا اعلان اور مقصد
۔ معاوضہ صرف محنت کا
۔ اسلام میں کمائی کے جن طریقوں کو حرام کیا گیا ہے
۔ قیام پاکستان کا بنیادی مقصد
۔ ایک ریاست فلاحی ریاست کیسے بن سکتی ہے
۔ تجارت ریاست کا کام نہیں:
۔ ٹیکس ہے کیا اور کیوں لگایا جاتا ہے
۔ بینکنگ نظام پر ریاست کی اجارہ داری
۔ سود سے پاک بینکاری نظام ! کیسے ممکن ہو گا
۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان ریگولیشن برائے اسلامی بینک
۔ اسلامی بینکاری، حقیقت یا دھوکہ (مفتی اختر اورکزئی)
۔ آئی ایف ایس بی پی (بلا سود اسٹیٹ بینک آف پاکستان)
۔ موجودہ اسلامی بینکاری۔ (لالہ صحرائی)
۔ پاکستان میں مروجہ اسلامی بینکاری نظام کے خلاف "فتوٰی"

۔ سود سے پاک معاشی نظام کے تحت ملک میں معاشی ترقی کیسے ممکن ہو گی ؟

۔ معیشت کیسے کام کرے گی ،اس کے اہم سنگ میل و ستون

۔مارکیٹ یا بازار معیشت میں ریڑھ کی ہڈی:

۔ریاستی قانون کی اہمیت

بازار کے پانچ اہم ستون

۔ قیمت کو کس طرح قابو میں رکھا جاسکتا ہے

۔ سوچ سے چلنے والا خود کار نظام

۔ (الصّلوۃ یعنی ادارے ،اور زکوۃ کا نظام " صلی " یعنی نماز کا نظام)

۔ چند غلط فہمیاں اور درست کرنے کا وقت

۔ تاجر کی کردار سازی

۔امت کی تشکیل نو

۔ مسلمان ،یہودی ،نصاری یا صابی

۔ متفرق تحریریں

۔ حوالہ جاتی کتب

اقرار نامہ

قافلہ جو عزم ویقین سے نکلے گا۔

جہاں سے چاہے گا راستہ وہیں سے نکلے گا۔

مجھے یقین ہے کہ اگر حکم رب العزت کا ہو اور طریقہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق اختیار کیا گیا ہو تو ہر مخلصانہ کوشش اور اخلاق و اخلاص سے کیئے گئے ہر عمل کی کامیابی بھی یقینی ہو جاتی ہے اور میں اس بات کا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ میں معاشیات، قرآن و حدیث اور فقہ کا ماہر تو نہیں ہوں لیکن بحیثیت انجینئر اور ایک پڑھا لکھا انسان کے میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی اجتہادی بصیرت و تخلیقی سوچ بھی رکھتا ہوں اور بحیثیت طالبعلم درستی علم کی تلاش میں سر گرداں رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ "قرآن کریم تمام انسانوں کے لئے ہدایت اور مشعل راہ ہے" لہٰذا میں نے بھی قرآن کریم کی تعلیمات پر غور و فکر کرنا شروع کیا ہے لیکن کوئی عالم دین ہونے کا دعویٰ نہیں کر رہا ہوں اس لئے بڑی ہی عاجزی کے ساتھ اپنے رب العزت کے سامنے دعاگو ہوں کہ وہ مجھے سیدھے راستے پر چلنے کی ہمت و توفیق اور رہنمائی عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

جیسے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں

اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

جو حرف قل العفو میں پوشیدہ ہے اب تک

اس دور میں شائد وہ حقیقت ہو نمودار۔

آخر میں میں اپنے انتہائی قریبی دوست محترم جناب منظور احمد، جناب مفتی امداداللہ محمود فرید، مفتی سہراب احمد اشرفی، جناب مفتی اختر اورکزئی، جناب طارق مشتاق، باور حسین، محمد منیر احمد، ثناءاللہ بھلی بیٹے علی ارشد اور ولید ارشد کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

میں اس بات کا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد اور ان دوستوں کے تعاون کے بغیر اس کتاب کی تدوین و ترتیب میرے لئے ممکن نہیں تھی۔ خصوصی طور پر میں شکر گزار ہوں جناب رانا محمد طارق صاحب کا جنہوں نے اس مسودے کو املا کی غلطیوں سے نہ صرف پاک کیا بلکہ بہت ہی عمدہ اور مفید مشوروں سے میری راہنمائی بھی فرمائی۔ میں دل کی اتھا گہرائیوں سے اپنی زوجہ شاہین ارشد اور بیٹی اریج ارشد کا بھی بے حد ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے نامساعد حالات میں بھی صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور میرے لئے سازگار ماحول اور شکم سیری کا بھی خوشی سے خوب اہتمام کیا اور اس کتاب کی تکمیل کو ممکن بنایا۔

شب گریزاں ہو گی آخر جلوہ خورشید سے

یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

خیر اندیش اور دعاؤں کا طالب

ارشد نعیم چوہدری اکتوبر 4۔2020۔ کویت

فون:+965 9850 5844

Email: arshadnaeemch@gmail.com

=============

مقدمہ ۔

اعتراف

اس کتاب (سود سے پاک تجارت کی حکمت عملی) کو لکھنے کا مقصد اپنے اہلِ علم بزرگوں کی کاوشوں کو دل کی اتھا گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرنا اور ان کے علمی سرمائے وفکر سے مستفید ہونا، اپنی اصلاح اور ان کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ دوسرا قرآن پاک کا ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے جو کچھ غور و فکر کیا اور سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے ربٰو کی مخالفت و ممانعت کن وجوہات کی بنا پر اور کیوں فرمائی، اس کے اظہار کے لئے یہ کتاب ایک کوشش ہے۔ میں اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب رہا یہ قاری کے اخلاق واخلاص اور اس کی تنقیدی نظر پر منحصر ہے۔ جہاں پر کوئی غلطی نظر آئے وہ میری غلطی متصور کی جائے اور نشاندہی فرما کر میری اصلاح و رہنمائی فرمائیں۔

شروع کرتا ہوں عظیم اور دائمی رحمتوں والے اللہ تعالیٰ کے نام سے :
قرآن میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ترجمہ "زمین کا وآسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

(المائدۃ۔18، یونس۔66،68)

اے اہل نظر، ذوق نظر، خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت نہ دیکھے وہ نظر کیا

علامہ محمد اقبالؒ

جس طرح ہوا، پانی، روشنی وغیرہ پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت تسلیم شدہ بات ہے من وعن زمین پر بھی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرنا ہو گا اور اس کے لئے زمین پر سے شخصی قبضے کو ختم کرنا ہو گا۔ جس کے لئے ہم اللہ کے فضل و کرم سے اس منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔

عراق اور شام کی فتوحات کے بعد حاصل ہونے والی زرعی زمینوں کی تقسیم کا معاملہ :

حضرت عمر رضی اللہ وعنہ کے دور میں عراق اور شام کی زرخیز زمینیں فتح ہوئیں تو ان فتوحات کے بعد یہ مطالبہ بڑھتا گیا کہ زمینیں فوج میں تقسیم کر دی جائیں۔ اس لئے کہ یہ مال غنیمت ہے جس نے تنازعے کی صورت اختیار کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے سنجیدہ و جہان دیدہ مشیروں کی مجلس میں فتح شدہ علاقوں کو اپنی زمین پر قبضہ دینے کی اجازت اور مسلمان فوجیوں میں جائیداد تقسیم کرنے پر رضامندی ظاہر کرنے

سے پہلے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو نامور ساتھیوں عثمان ابن حنیف رضی اللہ عنہ اور حذیفہ ابن الیامان کو عراق میں سعود کی سر زمین کا سروے کرنے کے لئے مقرر کیا۔ اور انھیں گہری نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کو ان کی دولت کی سطح، ان کی زمین کی زرخیزی، درختوں کی مختلف زرخیزی اور سبزیاں جو ان کی زمین پر پیدا ہوتی ہیں ان کے مطابق تخمینہ لگایا جائے۔

تجاویز آنے کے بعد مسلمان فوجیوں میں خارجی اراضی تقسیم نہ کرنے کے فیصلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھ متفق افراد سیکیورٹی کے متعدد فوائد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان فوائد کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

داخلی فوائد اور خارجی فوائد۔ ریاستی تحفظ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مسلمانوں کو دولت پر لڑنے سے روکنا بھی ضروری تھا اس لئے اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ تمام ملک میں مسلمان شہریوں کی ضروریات کی فراہمی کے لئے کافی آمدنی موجود رہے اور آنے والی نسل کے مسلمانوں کے لئے محصول کے وسائل کو محفوظ بنایا جانا مقصود تھا۔ دوسری قسم کے تحفظ کے سب سے اہم فوائد میں مسلم سرحدوں کی حفاظت کے لئے کافی رقم مختص کرنا تھی۔ طرفین کے دلائل سننے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "جس بات کا مجھے آج اندازہ ہوا ہے اگر اس کا پہلے سے اندازہ ہو جاتا تو میں کبھی تاخیر نہ کرتا اور بلاشبہ ارباب ثروت کی فاضل دولت لے کر فقراء مہاجرین میں بانٹ دیتا"۔ (محلّی ابن خرم ج6، ص158، مسئلہ 725)۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور تین سو صحابہ (رضی اللہ عنہ) سے متعلق یہ روایت صحت کو پہنچ چکی ہے کہ ایک موقع پر جب ان کا سامان خورو نوش ختم کے قریب آ لگا تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جس کے پاس جس قدر سامان موجود ہے وہ حاضر کرو اور پھر سب کو جمع کر کے ان سب میں برابر تقسیم کر کے سب کی قوت لا یموت کا سامان کر دیا۔" (محلّی ابن خرم ج6، ص158، مسئلہ 725)" حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے اہل دولت کے اموال پر ان کے غریبوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے پس اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے وہ محض اس لئے کہ اہل ثروت اپنا فرض ادا نہیں کرتے اور اس لئے اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن بازپرس کرے گا اور اس کوتاہی پر ان کو عذاب دے گا" (محلّی ابن خرم ج6، ص158، مسئلہ 725)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہل رائے سے مشاورت اور آپ کی اجتہادی بصیرت نے فیصلہ دیا کہ (خالق کائنات نے کائنات کے آغاز و انجام کا جو "تکوینی نظام" بنایا ہے اس کا تمام تر تعلق صرف اپنی ذاتِ "احدیت" کے ساتھ رکھا ہے اور اس میں کسی دوسرے کے دخل کی مطلق گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی اس علم کا ہم کو مکلّف بنایا گیا ہے۔ دوسرا "نظام تشریعی" ہے جو پہلے انسان سے لے کر آخری انسان تک کی فلاح و بہبود کا ضامن و کفیل ہے پس یہی وہ نظام ہے جس کا انسان مکلّف ہے۔ درجات معیشت میں فطری حد تک تفاوت کے باوجود حق معیشت میں تمام کائنات انسان مساوی اور برابر کی شریک

ہے کسی صاحب ثروت کی دولت وثروت غریبوں کی غربت میں اضافہ کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی وہ امانت ہے جو اجتماعی نظام کے تحت غربا و مساکین کی غربت و مسکنت ختم کرنے کے لئے استعمال ہونی چاہیئے۔اگر ارباب ثروت ایسے عادل نظام کو منظور نہ کریں تو پھر اللہ تعالیٰ کے نائب (خلیفہ) کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے "اجتماعی معاشی نظام" کے مطابق ارباب ثروت کو قانوناً اس پر مجبور کرے اور اگر بیت المال کا مالیہ کافی نہ ہو تو اہل دولت کے سرمایہ سے بہ جبر حاصل کر کے "حق معیشت کی مساوات" کو بروئے کار لائے خواہ وہ اہل دولت اپنے مال میں سے تمام "عائد شدہ مالی فرائض و حقوق ادا کر چکے ہوں۔") اس طرح عدل کے تقاضے پورے نہیں ہوں گے لہٰذا آج سے یہ سب زمینیں ریاست کی ملکیت ہونگی اور موروثی لوگ مذارعین کی حیثیت سے کام کرتے رہیں گے البتہ نقد ریاست لگان وصول کرے گی جو ریاست کے خزانے میں جمع ہوں گے اس سے ریاست کے وہ شہری جو جنگ میں شریک نہ ہو سکے ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری بھی ریاست پر ہو گی ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے نے نہ صرف جاگیرداری نظام کی جڑ کاٹی بلکہ یہ بھی طے کر دیا کہ تمام انسانوں کی عقلیں مل کر بھی قرآن وسنت سے باہر جا کر فیصلے اپنی مرضی کے نہیں کر سکتیں اور یہ بھی طے کر دیا گیا کہ اجتہاد اگر عدل و انصاف کے بغیر ہو گا تو وہ بھی نا قابل قبول ہو گا۔

=========

دو تہذیبوں (مشرق اور مغرب) کا ٹکراو

دوستو! یہ قانون فطرت ہے کہ جب کوئی بھی عمل اپنی حد تقلیل کو پہنچتا ہے تو وہ اپنے آپ تباہ ہو جاتا ہے یا دوسرے کو تباہ کر دیتا ہے۔ میرے نزدیک "سوچ کا دھارا" ایک بہتا ہوا دریا ہے اور اس دریا کو بہتے ہی رہنا چاہیے کیونکہ سوچ کا دھارا بند گلی میں داخل کرنے والے معاشرے ہمیشہ تباہ ہو جاتے ہیں۔ عمومی طور پر سوچ کسی بھی معاشرے کے رسم و رواج اور عادات و اطوار سے پروان چڑھتی ہے جو ان کی ثقافتی اور معاشرتی زندگی کی عکاس ہوتی ہے۔ اس وقت المیہ یہ ہے کہ ایک طرف ہمارے اکثر اہلِ علم نوجوان جو مغرب سے معاشیات کا علم حاصل کر کے لوٹتے ہیں ان کی سوچ اسی علم کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے اس لئے وہ نوجوان اپنے مغربی و سودی معاشی علم کی روشنی میں اپنے معاشرے کو مستفید کرنا چاہتے ہیں مگر کیسے ؟ اس میں ان کا بھی کوئی قصور نہیں ہے وہ تو اپنے علم اور تجربے کی بنیاد پر ملک و قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہیں لیکن کیسے کریں ؟۔

دوسری طرف وہ اہل علم نوجوان ہیں جنھوں نے معاشی علم بیرونی جامعات سے حاصل کیا یا مقامی جامعات سے حاصل کیا دونوں برابر ہیں کیونکہ علم معاشیات کا نصاب تو ایک ہی ہے یعنی مغربی ہی ہے اس لئے ان کی سوچ میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہو رہی ہے اگرچہ وہ مقامی ماحول ، رسم و رواج اور عادات و اطوار میں ہی پروان چڑھتے اور علم سیکھتے اور سکھاتے ہیں ۔ دنیا کے کسی مسلمان معاشرے میں یہ سودی نظام کسی صورت بھی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کو قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق اچھی طرح معلوم ہے کہ مسلم معاشرے میں ہی نہیں بلکہ یہ کہنا بھی غلط نہیں ہو گا کہ پوری دنیا میں امن و سکون کا حصول عدم معاشی مساوات سے نجات کے ممکن نہیں جو صرف اور صرف سود سے پاک معاشی نظام میں پنہاں ہے۔ جبکہ سرمایہ دار سود کا نظام پسند کرتے ہیں جس سے سرمایہ دار تو امیر سے امیر تر ہوتا جاتا ہے لیکن معاشرے کا عام انسان

غربت وافلاس کی چکی میں پس کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا پوری دنیا میں اگر یکساں سرمایہ دارانہ معاشی نظام اور یکساں معاشی تعلیمی نظام ہو گا تو اس سے انسانوں میں مقابلے کی فضا ختم ہو جائے گی اور اس سے انسانی سوچ جمود کا شکار ہو جائے گی۔

اس لئے حقیقت میں دونوں تہذیبوں (مشرق اور مغرب) کو معاشی نظام کی پسند اور نا پسند نے ایک دوسرے کے بارے شکوک و شبہات اور غلط فہمیوں میں اس قدر مبتلا کر دیا ہے کہ وہ آج یہ دونوں تباہی کے اس دہانے پر آ کھڑے ہوئے ہیں جہاں سے ان کی واپسی بہت ہی مشکل نظر آتی ہے لیکن ناممکن نہیں۔ اس صورت حال نے اب انسانیت کے سامنے سوال کھڑا کر دیا ہے کہ اس ٹکراؤ کو کس طرح روکا جائے ؟

دو تہذیبوں (مشرق اور مغرب) کے ٹکراو سے بچنے کا ممکن حل !

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ ایک جہان دیدہ سیاست دان نے خرابی صحت کے باوجود سٹیٹ بینک کے افتتاح کے تاریخی موقع پر فرمایہ کہ "پاکستان نے یکم جولائی 1948 کو سٹیٹ بینک قائم کر کے مستحکم معیشت کی بنیاد رکھ دی ہے اس وقت مغربی اقتصادی نظام نے تقریباً ناقابل حل مسائل پیدا کر دیئے ہیں اور ہم میں سے اکثر کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ شائد کوئی معجزہ ہی دنیا کو تباہی سے بچا سکے جس کا اسے اس وقت سامنا ہے۔ یہ افراد کے مابین انصاف کرنے اور بین الاقوامی سطح سے ناچاقی کو دور کرنے میں ناکام ہو گیا ہے۔ برعکس اس کے گزشتہ نصف صدی میں دو عالمی جنگوں کی زیادہ تر ذمہ داری بھی اسی کے سر ہے۔ مغربی دنیا اس وقت اپنی میکانکی اور صنعتی اہلیت کے باوصف جس بدترین ابتری کا شکار ہے وہ اس سے پہلے تاریخ میں کبھی نہ ہوئی ہو گی۔ مغربی اقدار، نظریے اور طریقے، خوش و خرم اور مطمئن قوم کی تشکیل کی منزل

کے حصول میں ہماری مدد نہیں کر سکیں گے۔ہمیں اپنے مقدر کو سنوارنے کے لئے اپنے ہی انداز میں کام کرنا ہوگا اور دنیا کے سامنے ایک ایسا اقتصادی نظام پیش کرنا ہوگا جس کی اساس، انسانی مساوات اور معاشرتی عدل کے سچے تصور پر ہو۔اس طرح سے ہم مسلمان کی حیثیت سے اپنا مقصد پورا کر سکیں گے اور بنی نوع انسان تک پیغام امن پہنچا سکیں گے کہ صرف یہی اسے بچا سکتا ہے اور انسانیت کو فلاح و بہبود ، مسرت و شادمانی سے ہمکنار کر سکتا ہے" (184 قائد اعظم کا نظریہ ریاست)۔

عقل اور منطق اس کا حل یہ بتاتی ہے کہ سود اور بلا سود معاشی نظام جن کے بنیادی عقائد میں کوئی 180 ڈگری کا فرق ہے اس فرق کو برقرار رہنے دینا چاہئیے لہٰذا ان دونوں تہذیبوں کو ان کا اپنا اپنا حق ملنا چاہیے اور ان کو ان کی مرضی کے نظام پر چھوڑ دینا چاہیے بالکل ویسے ہی جیسے ریل گاڑی کی دو پٹڑیاں ساتھ ساتھ رہتے ہوئے بھی بغیر ٹکرائے مسلسل چلتی رہتی ہیں اسی طرح اس معیشت کی ٹرین کے ذریعے سے لاکھوں انسانوں کو امن و سکون کی سہولت مہیا کی جاسکتی ہے اگر ان دونوں تہذیبوں کو اپنی اپنی مرضی کے معاشی نظام کا تعین خود ہی کرنے دیا جائے تو ان دونوں تہذیبوں کو بڑی آسانی سے کسی بھی قسم کے تصادم سے بچایا جا سکتا ہے۔

عالمی لیڈروں اور معاشی ماہرین کی اہم ترین ذمہ داری!

دنیا کے موجودہ تمام اہل علم لیڈروں اور معاشی ماہرین کی اہم ترین ذمہ داری ہے کہ انسانیت کو حق خود ارادیت کا موقع فراہم کریں جس کا وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ ہمارے اکثر معاشی ماہرین ان دونوں معاشی نظاموں (سودی اور بلاسودی) میں موازنہ کرتے نظر

آتے ہیں " کیا سیب اور مالٹے کا موازنہ کیا جا سکتا ہے "؟۔اسی طرح یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے معاشی نظام کا چند انسانوں کے بنائے ہوئے معاشی نظام سے موازنہ کیا جائے۔

اب یہ تو واضح ہو چکا ہے کہ انسانوں نے دنیا میں دو معاشی نظام متعارف کروائے اور یہ دونوں نظام ناکام ثابت ہوئے جس میں ایک سرمایاداری نظام ہے جس کا مرکزی خیال مکمل آزادی اور دوسرا کیمونزم (اشتراکی) نظام ہے جس کا مرکزی خیال مکمل مساوات پر محیط ہے۔ یہ دونوں بڑی اہم انتہائیں اور حدود ہیں بنیادی طور پر دونوں نظام (سرمایاداری اور اشتراکی سوچ) معاشرے میں انتہا پسندی کے رجحانات اور جذبات کو جنم دیتے ہیں۔اس کے برعکس دین اسلام ایسے سرمایادارانہ اور اشتراکی سوچ کے حامل معاشی نظام کو انسانیت کے لئے انتہائی خطرناک تصور کرتا ہے کیونکہ خالق کائنات نے انسانیت کی بھلائی ایسی مساوات میں رکھی ہے جو عدل وانصاف پر مبنی ہو اسی لئے اسلام کے معاشی نظام کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی متعین کردہ حدود "عدل وانصاف" پر رکھی گئی ہے جس میں ہر انسان کو عدل وانصاف کی بنیاد پر مساوی معاشی حقوق و مواقع میسر ہیں۔اس لئے ان تینوں نظاموں کا الگ الگ تنقیدی جائزہ تو لیا جا سکتا ہے مگر موازنہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ پہلے دو نظاموں کی بنیادیں مادیت پرستی پر رکھی گئی ہیں لیکن دونوں کی سمتیں بالکل جدا جدا ہیں۔

دو صدی قبل عظیم مجددِ دین حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے عدل و انصاف کے قیام کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی کتاب "حجتہ اللہ البالغہ" میں فرمایا کہ "دین اسلام انسانی معاشرے کی بنیاد "عدل و انصاف" پر اس لئے قائم کرنا چاہتا ہے کہ عدل و انصاف کا نظام ہی انسان کے بنیادی حقوق و واجبات کا حکم دیتا ہے لیکن اس کے بر عکس جب کبھی کوئی جابرانہ اور ظالمانہ نظام قائم ہو جائے تو اس کے نتیجے میں پورا ایک استحصالی طبقہ اوپر آ جاتا ہے اور پھر انسانوں کی ایک کثیر آبادی بالکل حیوانوں کی سی زندگی بسر کرنے پر ہمیشہ کے لئے مجبور ہو جاتی ہے کیونکہ اسے دو وقت کی روٹی کمانے میں ہی صبح و شام مجبور اور مصروف کر دیا جاتا ہے کہ اسے پھر فرصت ہی نہیں ملتی کہ وہ اپنے حقیقی خالق، مالک اور رازق کے بارے میں بھی سوچ سکے یا کسی اعلی فکر کی طرف متوجہ ہو سکے"۔

جب ایک نظام کی بنیاد سود پر اور دوسرے نظام کی بنیاد "عدل و انصاف" پر قائم ہو تو موازنہ ہی غلط ہو جاتا ہے تو ایسے میں ہی سوال اٹھتا ہے کہ آخر پھر کون سا نظام درست ہے؟ لہٰذا بے ساختہ کہنا پڑے گا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا نظام جو سود سے پاک اور جس کی بنیاد معاشی عدل و انصاف پر رکھی ہے، جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے اور جس کو حضرت محمد ﷺ نے ریاست مدینہ میں عملی طور پر نافذ کر کے ثابت کر دیا تھا کہ یہی نظام پوری انسانیت کو مساوی حقوق و واجبات دے سکتا ہے اور کوئی دوسرا نظام ایسا ہر گز نہیں کر سکتا۔

بلا سود نظام معیشت اس وقت یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانے میں بھی قابل عمل تھا اور آج بھی ہے لیکن ساتھ ہی یہ آج کے مسلمان کے لئے ایک بڑا چیلنج بنا ہوا ہے۔ جب تک آج کے مسلمان اپنے عملی اقدام سے یہ ثابت نہیں کریں گے کہ ان کے پاس دنیا

اور انسانیت کو تباہی سے بچانے والا معاشی نظام موجود ہے۔اس انسانیت کو جو آج تباہی کے دھانے پر پہنچ چکی ہے تباہی سے بچانا بہت مشکل ہے۔

علامہ اقبال نے انہی معاشی نظاموں کے تناظر میں فرمایا تھا کہ

"اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی

جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی "

لہٰذا ہمیں کمر بستہ ہو کر بلاسود معاشی نظام کی طرف آنا ہو گااور ملک میں نقد معاشی نظام متعارف کرانا ہو گا اور بتدریج تمام کاروبار کو بلا سود بینک کاری کے ذریعے چلانا ہو گا۔ کیونکہ محنت کر کے کمانے کی صلاحیت ربٰو/سود سے مفلوج ہو جاتی ہے اور ہوس و زر اور بے حسی اس قدر بڑھ جاتی ہے جیسا کہ آج ہر آدمی ہر وقت مضطرب و بیقرار ادھر ادھر مارا مارا پھرتا رہتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کی سورۃ البقرہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

" جیسے کسی خبطی شیطان نے چھولیا ہو" (البقرہ 275/2)

= = = = = = = = = = =

۔ ربٰو کا مفہوم :

جس طرح ہوا، پانی اور روشنی پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت تسلیم شدہ حقیقت ہے اسی طرح زمین پر بھی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرنا ہو گا اور زمین کو شخصی قبضہ سے آزاد کروا

کر ریاست کی ملکیت میں دینا ہو گا۔ حضرت محمد ﷺ پر نزول قرآن کریم کے زمانہ میں عربوں میں "سرمایا داری" کی اصطلاح رائج نہیں تھی اس کی بجائے ربٰو کی اصطلاح عام تھی۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ربٰو سے مراد "سرمایا داری نظام ہے" قرآن میں مختلف جرائم کی سزائیں تو مذکور ہیں لیکن ربٰو کے متعلق فرمایا کہ ترجمہ "ربٰو کھانے والے لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے "مکہ کے عرب یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو ربٰو کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور ربٰو کو حرام۔ اس لئے جس شخص نے اپنے پاس آئی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نصیحت سن کر اس پر عمل کیا اس کے لئے اللہ کے ہاں انعامات موجود ہیں اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور جو انکاری ہو گیا اور دوبارہ حرام کی طرف لوٹا وہ جہنمی ہے۔ ایسے لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے" (البقرہ2/275)

"ترجمہ، اے ایمان والو ! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو ربٰو باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچے ایمان والے ہو" (2/278البقرہ)۔

ترجمہ "اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاو۔ ہاں اگر توبہ کر لو تو تمھارا اصل مال تمھارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے گا" (البقرہ2/279)

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

ربٰو کی تین اشکال رائج ہیں:

(1) دست بدست:

(ذاتی) قرضوں پر ربٰو قرآن کریم نے یہ کہہ کر ختم کر دیا:

(ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو, جو ربٰو باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچے ایمان والے ہو" (278البقرہ)۔

"تم صرف اپنا اصل زر واپس لے سکتے ہو، اس سے ایک پیسہ بھی زائد نہیں لے سکتے کہ وہ ربٰو ہو گا۔ اورا گرایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاو۔ ہاں اگر توبہ کر لو تو تمھارا اصل مال تمھارا ہی ہے۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔" (البقرہ279)۔

(ترجمہ) " اورا گر کوئی تنگی والا ہو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہئے اور صدقہ کرو تو تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم میں علم ہو" (البقرہ280)

(2) زمین کو پٹہ پر دینا:

پہلے اسے ربٰو قرار دے کر ناجائز ٹھہرادیا گیا تھا۔جب زمین ریاست کی ملکیت میں آئی تو اس قسم کی کوئی شکل باقی نہ رہی۔اس سے انسانوں کا استحصال بھی ختم ہو جاتا ہے۔نہ زمین ہو گی نہ مزارع اور نہ کسی انسان کا استحصال ہو سکے گا۔

(ترجمہ) " جو رب ہے" آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا پروردگار ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو"۔/ "اور بڑی بخشش کرنے والا ہے۔کسی کو اس سے بات چیت کرنے کا اختیار نہ ہو گا" (الدُّخَان 7-44/النَّبَا 78/37)۔

تمام زمین ریاست کی ملکیت ہو گی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اس تاریخ ساز فیصلے کے ذریعے اس معاشرے سے جاگیرداری نظام کی جڑ ہی کاٹ دی۔

امام ابو حنیفہؒ **مزارعت** کو حرام مطلق قرار دیتے ہیں وہ کسی بھی نوع کی مزارعت اور غیر حاضر مزارعت کو نقد نہیں سمجھتے تھے۔حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضورﷺ کو معلوم تھا کہ ان کے پاس کوئی اپنی زمین نہیں ہے۔آپﷺ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جارہے تھے۔آپﷺ نے دیکھا کہ رافع بن خدیج کھیت کے پاس کھڑے تھے پوچھا تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ زمین میرے ایک رشتہ دار کی ہے میں نے اس پر محنت کی ہے۔ میرے اور رشتہ دار کے مابین شرح معین ہوئی ہے۔تب حضورﷺ نے فرمایا، (قدا ربیتما) تم دونوں نے ربٰو کا معاملہ کیا ہے جس کی یہ زمین ہے اسے لوٹا دو جو کچھ اس پر تمھارا خرچ

ہوا ہے وہ تم اس سے لے لو۔ اس زمین میں اس کی کون سی محنت شامل ہے صرف اس وجہ سے کہ زمین کا مالک ہے وہ اپنے بھائی کے گاڑھے خون پسینے کی کمائی میں سے اپنا حصہ لے رہا ہے۔

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے فتویٰ کو اس ملک میں کہ جس کی آبادی نوے فیصد حنفیوں پر مشتمل ہے کوئی ماننے کو تیار نہیں جہاں انھیں امام اعظم سید الفقہا کہا اور مانا جاتا ہے اور جہاں ان کا فتویٰ اچھا نہیں لگتا دیوار پر دے مارتے ہیں۔ یہ ہمارا دوغلہ پن ہے جس پر ہمیں غور و فکر کے ساتھ اصلاح کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔

(3) مشارکت یا مضاربت:

عرب بالخصوص قریش، تجارت پیشہ بھی تھے اور دوسروں کے کاروبار میں پیسہ لگا کر نفع میں بھی شریک ہو جاتے تھے۔ قرآن کریم نے اس کو بھی ربوٰ قرار دے دیا۔

(ترجمہ) " تم جو ربوٰ پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا" (الروم 30/39)

اس جرم کی سنگینی کے مرتکب افراد جہنم میں اکٹھے ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔(ترجمہ) "کہ اے ایمان والو، بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تمھیں نجات ملے "(آل عمران 3/130)۔

اَلْبَیْعَ۔ تجارت

وَاَحَلَّ اللّٰہُ الۡبَیۡعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ یہ اس لئے کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو ربٰو ہی کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ترجمہ " تجارت کو حلال کیا اور ربٰو کو حرام " (البقرہ 219-275)۔

اللہ تعالیٰ نے حرمہ الربٰوٰ کہہ کر ربٰو کی ہر شکل کو حرام قرار دے دیا اور تجارت کی بھی ہر شکل حلال نہیں ہے کہہ کر درست کاروبار کی طرف رہنمائی کی۔ (البقرہ 2/275،219)۔ حوالہ (صحیح حدیث نمبر سنن ابو داود (مزارعت کا بیان (3392-3399-3394-1594-1597۔

تجارت میں نقد رقم اور مختلف چیزوں کا آپس میں تبادلہ ہوتا ہے۔ دوسرے اس میں نفع و نقصان کا امکان رہتا ہے۔ جبکہ سود میں دونوں چیزیں مفقود ہیں۔ علاوہ ازیں تجارت کو اللہ تعالیٰ نے حلال اور ربٰو کی ہر شکل کو حرام قرار دیا ہے۔ ربٰو کا نظام دراصل استحصالی نظام ہے جس نے تجارت کے توازن میں ہی بگاڑ پیدا نہیں کیا ہے بلکہ انسانوں کی اخلاقی، معاشی، ثقافتی اور سماجی و معاشرتی زندگیوں کو بھی بری طرح متاثر کیا ہے۔ جو بھی اس دھوکے کا شکار ہوا وہ پھر اس کے چنگل سے کبھی بھی باہر نہ نکل سکا۔ بقول اقبال

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامان موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟

مضاربت یا مشارکت کی مثال

اسلامی مضاربہ میں شرط رکھی گئی ہے کہ نقصان کا پورا بوجھ سرمایہ دار پر پڑے گا اور محنت کش ایک پائی کے نقصان میں بھی شریک نہیں ہو گا۔ اسلام نے محنت کو تحفظ دیا

اور منافع کو جائز ذریعہ قرار دیا ہے۔ اس صورت میں وہی مضاربہ جائز ہو گا جس میں نقصان کی پوری ذمہ داری سرمایہ فراہم کرنے والا شخص برداشت کرے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ سرمایہ دار بغیر محنت کے، محنت کش کے منافع میں حصہ دار بن جائے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ پسندیدہ عمل تو یہ ہے کہ ضرورت مند بھائی کو سرمایہ بطور قرض حسنہ دے تاکہ وہ اپنے پاوں پر کھڑا ہو سکے۔ آج کی دنیا میں کون ایسا شخص ہے جو اس شرط کے تحت مضاربہ کو ترجیح دے گا؟ مجھے تو آج تک کوئی نظر نہیں آیا۔

مثال۔(2)

ایک شخص کے پاس ہنر، وقت اور صلاحیت ہے اور سخت محنت کر سکتا ہے۔ دوسرے کے پاس صرف سرمایہ ہے ایسے دو انسانوں کا مل کر کاروبار کرنا جس میں ایک کی محنت ہو اور دوسرے کا سرمایہ مضاربت یا مشارکت کہلاتا ہے۔ آج کے سرمایہ دارانہ اور جابرانہ نظام میں اگرچہ یہ مشارکت جائز متصور ہوتی ہے۔ ویسے ہی جیسے اسلام میں طلاق جائز تو ہے مگر پسندیدہ عمل قرار نہیں دیا گیا۔ برخلاف اس موجودہ نظام کے اسلام انسانیت کو سرمایہ دارانہ اور جابرانہ نظام سے نجات کے لئے مضاربہ یا مشارکہ کا مختلف طریقہ کار تجویز کرتا ہے۔ یہ تعلق صرف ریاست سے قائم کیا جا سکتا ہے۔ اخوت کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی صورت حال میں صاحب سرمایہ اپنے محنت کش بھائی کو قرض حسنہ دے تاکہ وہ اپنا ذاتی کاروبار کر سکے۔ (آج کی مادیت پرست دنیا میں کون ایسا مشارکہ کرتا ہے)۔

فلاحی ریاست بنانے کے لیے روایتی سرمایہ دارانہ مشارکت/مضاربت ، دست بدست قرض اور مزارعت کا طریقہ کار بدلنے کی ضرورت ہے۔ مختلف افراد کی بجائے ہمیں چاہے مشارکت ہو، ذاتی قرض کا لین دین ہو یا مزارعت کرنے کا ارادہ ہو اس کے لئے فلاحی ریاست کے ساتھ رابطہ قائم کرنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق تمام انسان (علم، عقل و شعور) میں برابر نہیں ہو سکتے اگر کہیں مساوات ہے تو ہر انسان کے لئے عدل و انصاف کی بنیاد پر حق عزت اور حق معیشت میں ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت سے انسان کا اصل کام انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے جدوجہد کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے تمام وسائل میں تمام انسانوں کو مساوی حقوق حاصل ہیں اور ان کی تقسیم عدل و انصاف کی بنیاد پر کرنے کا اختیار صرف ریاست کے پاس ہے۔ لہٰذا مروجہ طریقہ کار تبدیل کرنے اور نیا نظام طے کرنے سے پہلے سابقہ معاشی نظاموں پر سنجیدگی سے ایک نظر ڈالنا ضروری ہے

نوٹ: " مومن کی نشانی تو یہ ہے کہ وہ اپنے نفس پر بھی دوسرے کو ترجیح دیتا ہے۔ مگر یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ جو کام بھی مضاربت کے نام سے ہو وہ جائز ہو بلکہ بہت سے کام اس نام سے ناجائز بھی کئے جاتے ہیں۔ مثلاً کچھ عرصہ قبل ایک لاکھ کے پیچھے تقریباً متعین نفع کے لالچ کے ساتھ اسی مضاربت کے نام پہ سادہ لوح مسلمانوں کو لوٹا گیا اور تعجب کی بات یہ کہ بعض مقامات پر کئی علماء کرام نے بھی لٹیروں

کا بھرپور ساتھ دیا۔ بہر حال مضاربہ کو خوب سمجھ کر اور اس کو اسی دائرے میں رکھا جائے جہاں تک اس کی گنجائش ہے"۔ (مفتی سہراب احمد اشرفی)

۔ اسلام کا معاشی نظام بمقابلہ سرمایہ دارانہ اور اشتراکی معاشی نظام :

1۔ سرمایہ دارانہ نظام (ایک انتہا) اور اشتراکی نظام (دوسری انتہا) یہ دونوں خود غرضی کے نظام ہیں ۔ ایک نظام میں ہر شخص اپنے کمائے ہوئے مال کا تنہا مالک ہے۔ جبکہ دوسرے میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ سرمایادارانہ نظام میں وہ جس طرح چاہے استعمال کرے اور اس پر کوئی پابندی نہیں چاہے تو تمام وسائل کو روکے رکھے یا اپنا مفاد حاصل کیے بغیر کچھ بھی بیچنے سے انکار کردے۔ یہ نظام سرمایادار کو مکمل آزادی دیتا ہے۔

2۔ اشتراکی نظام یا سوشل ازم : (دوسری انتہا)۔

اشتراکیت، سرمایہ داری نظام کے برعکس نظام ہے جس میں معیشت کے تمام دولت پیدا کرنے والے ذرائع اور وسائل سوسائٹی کے درمیان قدر مشترک ہوتے ہیں۔ کسی ایک کو بھی مالکانہ حقوق حاصل نہیں ہوتے، صارف کو تنہا بیچنے یا خریدنے یا نفع کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ صارف کی خدمات کا معاوضہ اس کو جو وہ سوسائٹی کے مشترکہ مفاد کے لئے

انجام دیتا ہے سوسائٹی ان خدمات کے بدلے میں اس کو ضروریات زندگی فراہم کرتی ہے۔ یہ "مکمل مساوات کا نظام ہے"۔

۔اسلام کا معاشی نظام !

"مکمل آزادی" اور "مکمل مساوات"۔ دو نظام دو انتہائیں۔

ان دو انتہاوں میں درمیانی راستہ "عدل و انصاف" کی بنیاد پر قائم معاشی نظام پیش کرتا ہے۔ دنیا کے موجودہ معاشی نظام کے بگڑنے کی پہلی بنیادی وجہ مکمل آزادی اور مکمل مساوات ہونے کے تصور کا ہے اور دوسری وجہ ان دونوں نظاموں میں عدم عدل و انصاف کی عدم موجودگی ہے جس کی وجہ سے دنیا کا اخلاقی، معاشی و معاشرتی نظام تباہ ہو چکا ہے۔ اگر دنیا کے رہنما انسانیت کے ساتھ مخلص ہیں تو پھر "عدل و انصاف پر مبنی معاشی نظام" کو ایک موقع دینا ہو گا تاکہ دنیا میں امن کو بحال اور انسانیت کو بچایا جا سکے۔ نفذ معاشی نظام انسانوں کے درمیان وسائل و حق معیشت کی تقسیم عدل و انصاف کی بنیاد پر کرتا ہے جو معاشرتی زندگی میں ہر ہر فرد کا شخصی مفاد اور تمام افراد کے اجتماعی مفاد کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے یہ ایک دوسرے کے ساتھ گہرا رابطہ رکھتے ہے۔

موازنہ

نقدا اقتصادی نظام	فسطائی سرمایہ دارانہ اقتصادی نظام
1۔ دولت و ذرائع دولت کا مخصوص طبقہ میں محدود ہو کر عوام کی معاشی ہلاکت کا باعث بننا حرام ہے۔	1۔دولت و ذرائع دولت کو مخصوص طبقہ کی انفرادی و اجتماعی اغراض کے لئے از بس ضروری ہے
2۔ انفرادی ملکیت پر شرائط کی حدود عائد میں	2۔انفرادی ملکیت لا محدود ہے۔
3۔انفرادی ملکیت اجتماعی حقوق کے زیر اثر ہے۔	3۔انفرادی ملکیت اجتماعی حقوق اور مفاد عامہ سے مستغنی و بالاتر
4۔اقتصادی نظام کی بنیاد عوام کے مفاد اور حاجات کے انسداد پر قائم ہے	4۔اقتصادی نظام کی بنیاد مخصوص افراد اور خاص طبقہ کے مفاد پر قائم ہے۔
5۔ عام معاشی خوشحالی ضروری ہے۔	5۔ عوام کی معاشی تباہی و کساد بازاری اس کا لازمی نتیجہ ہے۔
6۔معاشی و دستبرد کے ذریعہ حاکمیت و محکومیت اقوام لعنت ہے	6۔معاشی و دستبرد کے زریعہ غلامی اور اقوام کی محکومی لازم ہے

7۔اکتناز، جمع خزانہ واحتکاز اجتماعی حقوق سے باز رہنا۔	7۔اکتناز واحتکار ضروری اور موجب سعادات اور اقتصاد ہے
8۔نسلی، خاندانی، طبقاتی اور جغرافیائی امتیازات اس سلسلہ میں قابل تسلیم نہیں۔	8۔نسلی، خاندانی، طبقاتی اور امتیازات ضروری ہیں۔

۔ سود/ ربٰو اور نقد تجارت دو مختلف نظریے ہیں۔ دو تہذیبوں کے علمبردار۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن

جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

اقبالؒ

سودی نظام انسانیت کے خلاف سرمایہ داروں کی ایک گھناونی سازش ہے اور انسانیت کا استحصال کرنے والا معاشی آلہ ہے۔سودی نظام کے خالقین کو انسانی نفسیات کو سمجھنے کے ماہرین بھی کہا جائے تو مبالغہ آرائی نہ ہو گی کیونکہ قرض یا ادھار کا جو تصور انھوں نے پیش کیا تھا اس کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے اور یہ کارنامہ کوئی معمولی دماغ انجام نہیں دے سکتے تھے۔ اس کے پیچھے انسان کی بنیادی ضروریات کی خرید و فروخت کا جو نظام کارفرما ہے اس کو جاننا اور سمجھنا بہت ضروری ہے۔ سود لوگوں کی بنیادی ضروریات مثلا روزگار، مکان، خوراک، صحت، اور تعلیم وغیرہ سے شروع ہوتا ہے اور ان کی موت کے بعد بھی یہ زندہ رہتا ہے - دادا کا قرض پڑپوتے ادا کرتے ہیں لیکن سود پھر بھی ختم ہونے کا نام نہیں لیتا۔ سود کے نظام کی اب تک کی معلوم شدہ تاریخ تقریبا تین ہزار سال سے بھی زیادہ پرانی ہے جبکہ ربٰو کی تاریخ تقریبا چودہ سو سال پرانی ہے جب اللہ

تعالیٰ کے رسول محمد ﷺ نے ربٰو کے خاتمہ کا اعلان کیا اور نقد تجارت کے معاشی نظام کو متبادل کے طور پر نہ صرف پیش کیا بلکہ عملی طور پر نافذ اور اسے کامیاب بنا کر دنیا کو دکھا بھی دیا۔ اس کے علاوہ وہ اصول بھی وضع کر دیئے کہ بلا سود معیشت کیسے کام کرتی ہے ، تجارت کیسی کرنی ہے مضاربہ و مشارکہ کیسے کام کرتا ہے، بازار کیسے کام کرتے ہیں، قیمت پر کیسے قابو رکھ سکتے ہیں، ریاست کے محاصل کیسے جمع کرنے ہیں، منڈی میں طلب و رسد میں توازن کیسے برقرار رکھنا ہے، جائز دولت کا استعمال کیسے کرتے ہیں، تجارتی معاہدے کس طرح کرتے ہیں اور قرض حسنہ کا لین دین کیسے کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

۔ "قرض یا ادھار تجارت کا تصور"

یہ جملہ آپ نے بھی بچپن میں میری طرح اکثر دوکانوں پر لکھا ہوا دیکھا ہوا گا کہ "ادھار محبت کی قینچی ہے "۔ جو کم از کم مجھے اب جا کر سمجھ میں آیا ہے کہ "ادھار کو محبت کی قینچی کیوں کہتے ہیں "کیونکہ جب دو انسان اپنی کسی غرض ضرورت یا مجبوری کی وجہ سے ادھار کا لین دین کرتے ہیں تو ان کے درمیان جو محبت ،اخوت و بھائی چارے کی ڈوریں ہوتی ہیں یہ ادھار کی قینچی ان کو کاٹ دیتی ہے۔

دراصل انسانی ضروریات اور خواہشات میں بہت فرق ہوتا ہے لیکن یہ فرق عام آدمی محسوس نہیں کر پاتا۔ وسائل کی عدم دستیابی کی وجہ سے ان کی خواہشات اور ضروریات میں تصادم ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان ہمیشہ خوابوں کی دنیا میں گم ہو کر حقیقت سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں اور ہر وقت غلط فہمیوں کا شکار رہنے لگ جاتے

ہیں۔ جبکہ ضروریات زندگی زمین کا سینہ چیر کر، خواہشات کو دبا کر اور بہت ہی کٹھن مراحل سے گزر کر حاصل کی جاتی ہیں۔

جب خواہشات انسان کی ضروریات پر حاوی ہو جاتی ہیں اور انسان کی کمزوریاں بن جاتی ہیں۔ تب ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ اس صورتحال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے چالاک اور مکار سرمایہ دار عام لوگوں کی خواہشات کو اس قدر بڑھاوا دیتے ہیں کہ عام آدمی کی یہی خواہشات اسے حقیقی دنیا سے بہت دور ایک خوابوں کی دنیا میں لے جاتی ہیں۔ جب اس کی آنکھ کھلتی ہے تو ہر طرف مصائب اور مسائل ہی نظر آتے ہیں اور تب تک اس کی عمر بھی بیت چکی ہوتی ہے۔ آج کل اشتہارات عام انسانوں کی خواہشات کو مزید بہکانے اور پھنسانے کا بہترین ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ جہاں سے واپسی ان کے لئے مشکل ہی نہیں بلکہ بعض دفع ناممکن بھی ہو جاتی ہے۔ اسی لئے وہ نتیجے کی پرواہ کئے بغیر ہی ان خواہشات کی پیروی میں کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ دراصل خواہشات کی پیروی کی تکمیل کا تصور ہی سودی بینکاری نظام کی بنیاد بنا ہے اور یہاں سے ساہو کاری نظام یا انسانی غلامی کے دور کا آغاز ہوتا ہے یہ سلسلہ صدیوں پہلے شروع ہوا تھا جو آج تک جاری ہے۔

انسانی استحصال کے خلاف پہلی بھرپور آواز : انسانیت کا استحصال کرنے والے اس سودی معاشی نظام کو اللہ تعالیٰ کے رسول محمد ﷺ کی بینا آنکھ نے بھانپ لیا تھا اور اس سودی معاشی نظام کے خلاف 1400 سال قبل اس ظلم عظیم کے خلاف پہلی بھرپور آواز اٹھائی اور انسان کو انسان کے استحصال سے محفوظ رکھنے کا آغاز کیا۔ لیکن بد قسمتی سے ملوکیت کا آغاز ہوتے ہی مسلمانوں نے دین اسلام کے اس معاشی نظام کو چھوڑ دیا اور سود

کے سابقہ معاشی نظام کو اپنا کر اپنے آپ کو ذلت و رسوائی کے گڑھوں میں دھکیل دیا ہے۔

دھوکہ: ربٰو اور تجارت کے نفع کی ظاہری شکلوں میں مماثلت مسلمانوں کی غفلت کا باعث بنی۔ اسلام سے قبل بھی لوگ تجارت یا ایک دوسرے کو متفق و معین شرح پر کچھ مدت کے لیے قرض دیتے یا لیتے تھے اور یہ سلسلہ اسلام کے آنے کے بعد بھی جاری رہا اور عام مسلمانوں میں بڑی تیزی سے رواج پا رہا تھا۔ جس کو روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بڑی وضاحت سے آیات 275 سے 278 تک نازل فرما کر اس کو نہ صرف حرام بلکہ جرم قرار دیا اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف لڑائی بھی قرار دے دیا جو کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑائی کی جرات نہیں کر سکتا ہے۔

البقرہ 275 (ترجمہ) "جو لوگ ربٰو کھاتے ہیں قیامت کے دن وہ نہیں اٹھیں گے مگر جس طرح کہ وہ شخص اٹھتا ہے جس کے حواس خبطی جِن نے لِپٹ کر کھو دیئے ہیں، یہ حالت ان کی اس لیے ہو گی کہ انہوں نے کہا تھا کہ تجارت بھی تو ایسی ہی ہے جیسے ربٰو لینا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور ربٰو کو حرام کیا ہے، پھر جسے اپنے رب کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو پہلے لے چکا ہے وہ لے چکا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور جو لوگ پھر سود لیں گے تو وہی لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

البقرہ 276 (ترجمہ) "اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گناہگار کو پسند نہیں کرتا۔"

البقرہ 277 (ترجمہ) " جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اور نماز کو قائم رکھا اور زکوٰۃ دیتے رہے تو ان کے رب کے ہاں ان کا اجر ہے اور ان پر کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔"

البقرہ 278 (ترجمہ) " اے ایمان والو ! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو کچھ باقی سود رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔"

البقرہ279 (ترجمہ) " اگر تم نے نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے، اور اگر تم توبہ کر لو تو اصل مال تمھارا تمہارے واسطے ہی ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔"

ربٰو اور نقد تجارت کے نظام کا اندازہ دونوں کا تقابلی جائزہ لینے سے آسانی سے سمجھ آ سکتا ہے۔ نظام کوئی بھی ہو اس کی اچھائی یا برائی اور اس کے مقاصد کو جانے بغیر فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے کہ وہ اچھا نظام ہے یا برا۔ میں اپنے اکابر بزرگوں کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ ان کی تحقیقی علمی کاوشوں کی بدولت ہمیں ماضی کے مسائل سمجھنے اور حال کے مسائل کو حل کرنے میں بڑی آسانی ہوئی خاص کر موجودہ سود کے معاشی نظام کو۔

============

۔ ربٰو/سود کا خاتمہ:

جس طرح ربٰو/سود نام کے پیچھے قرض دینے کا پورا نظام چھپا ہوا ہے۔ اسی طرح نقد تجارت کے معاشی نظام کے پیچھے بھلائی اور انسانیت کی بہتری کا مکمل نظام موجود ہے۔ اس دنیا کے لئے نقد معاشی نظام ایک نیا تصور نہیں ہے بلکہ نقد تجارت کا معاشی نظام عملی طور پر کس طرح کام کرے گا اس کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آج سے 14 سو سال قبل اپنے رسول محمد ﷺ کو کائنات کا ایک بہترین معلم بنا کر انسانیت کو توقیر بخشی۔

دوستو! انسانیت کی بہتری اور رہنمائی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے بہتر کون کر سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے 7 ویں صدی میں ریاست مدینہ میں ربٰو کا خاتمہ کر کے نقد تجارت کرنے کے نظام کو متعارف و نافذ اور کامیاب کر کے دکھایا۔ محمد ﷺ نے چھوٹی عمر سے ہی عملی طور پر نقد تجارت کے کاروبار کو پسند اور اختیار کیا تھا جبکہ اس وقت معاشرے میں ربٰو کا کاروبار عروج پر تھا۔ انہی حالات میں آپ ﷺ نے اپنے عمل سے نقد تجارت کی بنیاد رکھی اور جائز منافع کا تصور دیا۔ آپ محمد ﷺ نے نقد خرید وفروخت کی تجارت کو اسی شکل میں نافذ کیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حکم دیا ہے۔ وہی ایک ایسا مثالی دور تھا جہاں کوئی انسان رات کو بھوکا نہیں سوتا تھا۔

==============

۔ مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا آغاز کیسے ہوا:

مسلمانوں کی تباہی کا آغاز اس وقت شروع ہوا جب مسلمانوں نے سودی نظام کو نقد معاشی نظام جیسا سمجھ کر نہ صرف اس کو اپنایا بلکہ اس کے خالقین کو اپنا نجات دہندہ بھی

تسلیم کر لیا۔ یوں ہم نے اپنی سوچ کو محدود کرنے کے ساتھ ساتھ آئندہ کی آزاد تحقیق اور تخلیق کے وہ راستے بھی اپنے اوپر بند کر لئے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد ﷺ نے مسلمانوں کے لئے کھولے تھے۔ دراصل امتی ہونے کا تقاضا تو یہ تھا کہ بعد میں آنے والے مسلمان حکمران بھی رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ اور خلافت راشدہ کا معاشی نظام اسی جذبے اور تسلسل سے آگے لے کر آگے چلتے لیکن مسلمانوں کی کم فہمی غفلت سے ایسا نہ ہو سکا۔ بظاہر تجارت میں ان کو بھی سرمائے میں اضافہ تو ہوتا ہوا نظر آ رہا تھا مگر اس کے پس پردہ حقائق و نتائج نظروں سے پوشیدہ رہے اور بعد کے مسلمان یہ سمجھنے سے بھی قاصر تھے کہ اس ربٰو سے معاشرے پر کیا منفی اثرات مرتب ہوں گے حالانکہ نقد تجارت کے معاشی نظام میں خیر اور ربٰو کے نظام میں شر چھپا ہوا تھا۔ اس طرح سادہ لوح مسلمان مکاری کی چالیں نہ سمجھ سکے اور سرمایہ داروں کے چنگل میں پھنس گئے۔ بقول شاعر مشرق علامہ اقبال رح:

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار

انتہائی سادگی سے کھا گیا مزدور مات

لینن اللہ کے حضور یوں گویا ہوا:

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا، لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبر، یہ حکومت

پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

یوں ربٰو کے پوجاریوں نے خلافت راشدہ کے بعد بڑی آسانی سے خلافت کو ملوکیت کے جال میں پھنسا دیا جو سرمایہ دارانہ نظام پر قائم تھی تب سے آج تک مسلمان شرمندگی کے ساتھ اسی سودی نظام کے دور میں زندہ ہیں۔

============

۔ تحفظ انسانیت کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کو معلم انسانیت بنا کر بھیجا اور آپ محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو عملی طور پر نافذ کر کے انسانیت کی رہنمائی فرمائی، بلخصوص ربٰو کے خاتمے کو اور نقد تجارت کو عملی طور پر نافذ کر کے دکھا دیا۔ کیونکہ ہم سب (مسلمان، یہودی، عیسائی، صابی) اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اس نظام کی حمایت کریں کہ جس نظام کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لئے ناپسند فرمایا ہو۔ ہم تو صرف اس متعصبانہ سوچ اور اس سودی سرمایہ دارانہ نظام اور سوچ کے خلاف ہیں جس نے پوری انسانیت کو یرغمال بنایا ہوا ہے اور جس میں انسانوں کا استحصال کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی بھلائی کا ارادہ فرماتے ہوئے نقد تجارت کا حکم دیا جو انسانیت کو استحصال سے پاک امن و سکون اور خوشحال زندگی کی ضمانت دیتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ چند مخصوص لوگ جنہوں نے موجودہ سودی تجارت کا تصور دیا اور باقائدہ نظام قائم کیا۔ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نقد تجارت کا معاشی نظام پیش کریں تاکہ وہ اپنی

اصلاح کر سکیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ قیامت والے دن میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟ جب اللہ پوچھے گا کہ تمہیں جان، مال، علم اور وقت دیا تھا تم نے ذاتی حیثیت میں انسانیت کی بہتری اور نقد تجارت کے معاشی نظام کو متعارف و رائج کرانے میں کیا کردار ادا کیا؟ کہیں تم اس سودی نظام کا حصہ تو نہیں بن گئے تھے؟

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اپنے آپ کو واقعی امت محمدیہ ﷺ سمجھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو پورا کرنا ہم پر فرض بھی ہے اور قرض بھی ہے اور روز محشر جس کے بارے بڑی سختی سے پوچھا جائے گا۔ اب ہمیں سوچنا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو کس طرح نافذ العمل بنایا جاسکتا ہے؟۔ جبکہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا واضح حکم عملی طریقہ کار رسول اللہ ﷺ کا، اور اپنی زمین کا خطہ پاکستان کی شکل میں موجود ہے۔ اب اگر سودی معاشی نظام اسی طرح جاری وساری رہا تو اللہ تعالیٰ کا حکم کب، کیسے اور کون پورا کرے گا؟ ہمیں سوچنا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رہنمائی کے لئے مسلمانوں کو ہی کیوں چنا ہے؟ اور قرآن پاک میں مخاطب کر کے کیوں فرمایا ہے کہ ترجمہ "تم بہترین خیر امت ہو جس کو چنا (نکالا) گیا ہے لوگوں کی بہتری کے لئے تم نیک باتوں کی دعوت دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی خیر ہوتی۔ ان میں بھی مومنین ہیں، لیکن اکثر (نافرمان) فاسق ہیں"۔ قرآن آل عمران 110-

۔ رول ماڈلز (نمونہِ حیات):

نقد تجارت: دنیا میں ہمیشہ سے دو ہی طرح کے معاشرے وجود میں رہے ہیں ایک مہذب اور دوسرا غیر مہذب ۔ مہذب معاشرہ یا سوسائٹی وہ کہلاتا ہے جہاں ایمان، انصاف اور ایثار کے جذبات عام پائے جاتے ہوں ۔ انسانیت کی پوری تاریخ میں ایسا دور صرف اور صرف ریاست مدینہ کا ہی گزرا ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا دور تھا اور ان کے بعد خلافت راشدہ کا دور جہاں یہ تینوں اوصاف بکثرت پائے جاتے تھے۔

معاشرے ہمیشہ افراد کے باہمی ربط و عمل، رسم و رواج اور جو روایات (اچھی یا بری) وہ قائم کرتے ہیں۔ ان کی وجہ سے تشکیل پاتے ہیں- اچھے یا برے معاشرے کبھی خود بخود وجود میں نہیں آتے بلکہ اچھی روایات پر عمل کرنے اور کروانے والے مہذب افراد ہی پروان چڑھاتے ہیں کیونکہ جن معاشروں میں بہترین اور شاندار کردار، اعلیٰ اخلاق و اخلاص کے حامل افراد "رول ماڈلز" کے طور پر موجود نہ ہوں تو وہ معاشرے تنزلی کا شکار ہو جایا کرتے ہیں۔ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے دور کے بعد خلافت راشدہ کا ہی دور ایک مثالی معاشرہ کہلا سکتا ہے۔

آج بھی اگر ہم دنیا میں امن و امان قائم کرنا چاہتے ہیں اور انسانیت کو محفوظ اور استحصال سے بچانا چاہتے ہیں تو ہمیں اسی مثالی معاشرے سے سیکھنا ہو گا جہاں پر نقد تجارت کا معاشی نظام عملی شکل میں قائم تھا جس کے اثر نے ایک طرف انسانیت کو ظلم و بربریت سے بچایا تو دوسری طرف ربوٰ کا خاتمہ کر کے نقد تجارت کے معاشی نظام کے ذریعے خرید و فروخت اور قرض حسنہ دینے والے عمل اور ثقافت کو فروغ دیا اس طرح اس نئے معاشی نظام نے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جہاں ایک طرف کاشتکار اور دوسری طرف

تاجر دونوں کو ایک دوسرے کے استحصال سے بچایا اور دونوں کی حقیقی خوشی کا باعث بنا۔ آج ہمیں پھر اسی طرز پر ایک نئے خوشحال معاشرے کے دور کا آغاز کرنا ہوگا اور نقد تجارت کے معاشی نظام کو لوگوں کے سامنے پھر لانا ہوگا تاکہ لوگ اپنی پسند کے معاشی نظام (ربوٰ کا نظام) یا (نقد تجارت کا نظام) کو اختیار کر سکیں۔

ربوٰ کا نظام معاشرے میں جبر و ظلم اور استحصال اور بے حسی کے جذبات کو بڑھاتا ہے جبکہ نقد تجارت کا نظام معاشرے میں بھائی چارہ، خوشی و خوشحالی اور ہمدردی کے جذبات کو فروغ دیتا ہے اس لئے ان دو نظاموں کے تقابلی جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ جب تک کوئی بہتر متبادل نظام موجود نہ ہو تو پرانے نظام کو نہ ہی تبدیل کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی معاشرے میں اس کو قبولیت ملتی ہے خاص کر صدیوں پرانے نظام سے چھٹکارا حاصل کرنا دشوار ہی نہیں بعض اوقات ناممکن بھی ہو جاتا ہے کیونکہ تب تک لوگ اس نظام کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں اور اس پر قائم رہنا ان غلاموں کی مجبوری بن جاتی ہے ۔ربوٰ کے خاتمے کے اعلان کو ماضی میں بھی سرمایہ داروں نے اپنی توہین اور روایات سے بغاوت سمجھا تھا اور آج بھی کہتے ہیں کہ پہلے مسلمانوں نے ہمارے دین پر فوقیت حاصل کی اور اب معیشت پر بھی اپنی اجارہ داری قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہی سرمایہ داروں کا وہ بغض ہے جس سے امت محمد ﷺ اور سرمایہ داروں کے درمیان خفیہ (سرد) جنگ اس وقت سے اب تک جاری رہے گی جب تک متبادل معاشی نظام متعارف نہیں کرایا جاتا جس کے لئے بہت بڑی حکمت عملی تیار کرنا ہوگی اور یہ بھی یاد رکھیں سرمایہ دار اس نئے نظام کو آسانی کے ساتھ نافذ کرنے بھی نہیں دے گا۔

سرمایا داروں نے تو مسلمانوں کو اپنا دشمن قرار دینے کے بعد مسلمانوں کی طاقت (ایمان،انصاف اور ایثار) کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے کیونکہ وہ سمجھتے اور جانتے ہیں کہ صرف مسلمانو کے پاس ایسا متبادل معاشی نظام موجود ہے جو ان کو معاشی میدان میں چیلنج کرنے کی جرات کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس مسلمانوں نے یہود و نصاریٰ کو عملی طور پر کبھی اپنا دشمن قرار نہیں دیا کیوں کہ مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمام انسان ایک اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور کسی نہ کسی شکل میں اللہ تعالیٰ کے ماننے والے ہیں اس لئے ان پر لازم ہے کہ ان بھٹکے ہوئے سرمایا داروں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ متبادل معاشی نظام پیش کریں تاکہ اگر وہ چاہیں تو اپنی اصلاح کر لیں۔

متبادل نظام اور پاکستان

دوسری صورت ہم پر فرض ہے کہ اگر دنیا میں نہیں تو کم از کم اپنے ملک میں مکمل طور نقد تجارتی و معاشی نظام کو بطور متبادل نظام کے طور پر رائج کریں اور ثابت کریں کہ متبادل نظام ہر طرح سے انسانیت کی فلاح و بہبود کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اگر ایسا کرنے میں ناکام ہوتے ہیں تو پھر یونہی ذلت و رسوائی کا سامنا کرتے رہیں گے۔ اب ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ نقد تجارت کے معاشی نظام کو اپنے ملک میں نافذ کرنے کی بھرپور کوشش کریں کہ جس کے لئے ہمیں پاکستان ملا۔ نقد معاشی نظام کی کامیابی کا سہرا پوری پاکستانی قوم کے سر پر ہی بندھے گا کیوں کہ یہ پاکستان اور پاکستانی قوم کی اساس ہے ان کے تعاون کے بغیر اس نظام کی کامیابی بہت ہی مشکل ہے اسلئے رب کریم سے دلی دعا

ہے کہ وہ ہم سب کو مل کر اس نقد معاشی نظام کو پاکستان میں قائم کرنے کی صلاحیت، ہمت اور توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

===========

۔ بلا سود معاشی نظام کیا ہے؟

بلا سود یا نقد معاشی نظام قرض دینے کی بجائے نقد تجارت کو فروغ دینے کا نظام ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں صرف ادھار کو ہی ذریعہ تجارت سمجھ لیا گیا ہے یا سمجھا دیا گیا ہے۔ موجودہ حالات کے تناظر میں نقد تجارت کرنا ناممکن نظر آتا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ صرف سمجھنے اور دیکھنے کے زاویہ کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر جب ایک فرد اپنی غرض یا ضرورت پوری کرنے کے لئے کسی پرائیویٹ بینک یا کسی مالدار انسان سے قرض لینے کے لئے درخواست کرتا ہے تو وہ اسے ایک اضافی شرح سود پر محدود وقت کے لئے قرض دیتا ہے۔ عوام کی اکثریت اس جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ جس سے انسان کے استحصال کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ بلا سود یا نقد تجارت کے معاشی نظام کا منشا کیا ہے کہ ضرورت مند آدمی کسی فرد یا نجی ادارے کی بجائے یہ تعلق صرف اپنی ریاست سے قائم کرے کیوں کہ ریاست کے پاس وہ تمام ذرائع و وسائل، طاقت اور صلاحیت موجود ہوتی ہے جو ایک فرد یا پرائیویٹ ادارے کے پاس نہیں ہو سکتی اور ریاست اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے اپنے شہری کی مدد کے لئے بغیر کسی ذاتی غرض و مفاد کے ہر وقت موجود رہتی ہے۔ جبکہ نجی طور پر کوئی فرد یا

کوئی ادارہ ذاتی مفاد کے اور کسی شے کو بطور گہن رکھے بغیر ایسا کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔

==========

۔آزاد معیشت یا فری اکانومی:

سرمایہ داروں کے نمائندے یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا ان کی کہی ہوئی ہر بات ماننے پر مجبور ہے اور یہ سوچنے میں وہ حق بجانب ہیں کیونکہ سودی جال جو انھوں نے صدیوں میں پھیلایا ہوا ہے آج پوری دنیا اس کی گرفت میں آچکی ہے اور وہ پورے یقین سے یہ فریب دینا شروع ہو گئے ہیں کہ معیشت آزاد ہونی چاہئیے۔ اس کا اندازہ اس کے خالقین کو تو بہت اچھی طرح ہے کہ وہ کس چیز کا مطالبہ کر رہے ہیں اور کیوں؟ لیکن ایک عام انسان اپنی لاعلمی کی وجہ سے ان کی اس چال کو نہیں سمجھ سکا۔ دراصل سرمایہ دار کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس جادو کی چھڑی (آزاد معیشت) پر اپنا قبضہ جمائے رکھے اسی طرح یہ سرمایہ دار اس سودی نظام کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے ہیں تاکہ وہ ریاست کو سودی قرضہ دے کر کمزور اور عوام کو اپنے سرمائے کے بوجھ تلے دبائے رکھے اور جب چاہیں حقوق کے نام پر امید کے خواب دکھا کر دونوں کو ہی قابو میں رکھ سکیں اور جب چاہیں عوام کو

ریاست کے خلاف کھڑا کر سکیں اسی مفروضے پر چور کو چوکیدار بنانے کے فلسفے اور آج کی نام نہاد موجودہ پارلیمانی جمہوریت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ وہ یہ کام غبارہ (ہوائی، بیلون)معیشت کے ذریعے کرنا چاہتے ہیں جس سے دونوں (ریاست اور عوام) کو قابو رکھ سکیں عوام اس مغربی جمہوریت اور سودی معیشت کے جال میں پھنس چکے ہیں ان کے تصور میں بھی نہیں ہے کہ وہ کس گھناونی سازش کا شکار ہو چکے ہیں اور وہ ایسا کیوں کرتے چلے جارہے ہیں اس سے وہ لاعلم ہیں۔

مہذب معاشرے ایک مضبوط ریاست اور مرکزی قیادت پر یقین رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ پرائیویٹ ادارے وقتی ضرورت کے تحت بنائے اور ختم کئے جاتے ہیں اور جو افراد یہ ادارے قائم کرتے ہیں اکثر ان کی موت کے ساتھ ہی یہ ادارے کمزور ہوتے ہوتے بعض دفعہ تو ختم ہی ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ریاست اور ریاستی ادارے ہمیشہ قائم رہتے ہیں جو ان کے اور لواحقین کے مفادات کو تحفظ دے سکتے ہیں۔ موجودہ حالات میں اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہونا چاہئے کہ تنے (ریاست) کو کمزور کیا جائے اور شاخوں کو مضبوط جس طرح ایک مثالی معاشرہ ایک مضبوط ریاست کے بغیر ناممکن ہے۔اسی طرح آزاد معیشت کا تصور ایک مضبوط اور آزاد ریاست کے بغیر ناممکن ہے۔

=============

۔ ربٰو اور نقد تجارت کا تقابلی جائزہ:

جیسے کہ معاشرے میں علم و فہم کا معیار ایک جیسا نہیں ہوتا اسی طرح اس مشابہت کا بھی کوئی معیار نہیں ہوتا۔ بظاہر ربٰو کے نظام میں سرمائے میں تو خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہوا نظر آتا ہے مگر نتائج یکسر مختلف اور ہمیشہ ظالمانہ ہوتے ہیں لیکن اس نظام کے بر عکس نقد معاشی نظام میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر مناسب اضافہ بھی ہوتا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ نقد تجارت اور بھائی چارے کو بھی فروغ ملتا ہے، تاجر اور خریدار کے درمیان عزت و احترام بھی بڑھتا ہے جس کی مثال دنیا کے کسی اور نظام میں نہیں ملتی ہے مثال کے طور پر جیسے اللہ رب العزت نے انسان کے اندر اپنی صفات میں سے چند صفات بھی رکھی ہوئی ہیں جیسے کہ وہ اپنے خاندان کی کفالت و ضرویات کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش کرتا رہتا ہے لیکن ان صفات کی مشابہت کی بنیاد پر انسان کو "اللہ تعالیٰ" کا درجہ تو نہیں دیا جاسکتا ہے؟ ہر گز نہیں اس مشابہت کی وجہ سے لوگوں کی اکثریت دھوکے کا شکار تو ہو جاتی ہے لیکن یہ دھوکا عارضی ہوتا ہے اور یاد رکھیں دھوکہ میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ دینے والے کے پاس لوٹتا ضرور ہے۔

دوسرا سود کی خوبیاں ایسی خوبصورتی اور خوشنمائی سے بیان کی جاتی ہیں کہ ایمانی طور پر انسان کتنے ہی مضبوط کیوں نہ ہوں ایک دفعہ اس کی جانب راغب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ آج کی دنیا میں تو اخبارات ، اشتہارات اور ٹیلی ویژن، ساہوکار کے مخصوص ایجنڈے کے حصول میں اپنی خدمات فروخت کرتے رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا مکافات عمل کا ایسا قانون بھی موجود ہے کہ جس کے ذریعے سے ہر باطل نظام اور برے عمل کا انجام تباہی و بربادی ہوتا ہے اس کی جڑوں میں تخریب کا جو عمل چھپا ہوا ہوتا ہے وہ اسے

رفتہ رفتہ تباہی کی منزل کی طرف بڑھاتا رہتا ہے۔آخر کار وہ گھڑی آن پہنچتی ہے کہ جب وہ باطل نظام اور وہ قوم جو اس باطل نظام کی حامی ہوتی ہے تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور آخر کار صفحہ ہستی سے ہی مٹ جاتی ہے۔ میری نگاہ میں آج کا سودی معاشی نظام اپنی فطری زندگی پوری کر چکاہے اور آج ختم ہو یا کل ختم ہونے کے قریب پہنچ چکاہے اب یہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ !

1۔ کیا سودی نظام کے مقابل کوئی دوسرا متبادل معاشی نظام موجود ہے ؟

2 ۔ کیا سود سے پاک متبادل نظام اس قابل ہے کہ جو سود کے موجودہ نظام کی جگہ لے سکے ؟

3۔ کیا یہ نظام دنیا میں استحصال ختم کرنے، امن و سکون قائم کرنے اور انسانیت کی رہنمائی کرنے کے لئے تیار ہے ؟

جواب : جی ہاں بالکل اس کے متبادل معاشی نظام موجود ہے جسے " نقد تجارت کا معاشی نظام " کہتے ہیں جو آج سے 1400 سال پہلے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محمد ﷺ نے ریاست مدینہ میں نافذ کر کے اور اپنے عمل سے کامیاب کر کے ساری دنیا کو حیران کر دیا تھا۔ بقول شاعر مشرق علامہ محمد اقبال

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے

مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

ربٰو : دراصل ربٰو یا سود جذبات سے عاری سرمائے میں اضافہ کرنے والا نظام ہے چاہے کسی بھی راستے سے سرمائے میں اضافہ ہو، بھلے کسی کو دھوکا دینا یا ظلم وزیادتی ہی کیوں نہ کرنا پڑے یا کوئی بھی انسانوں کے استحصال کا طریقہ اپنانا پڑے۔ بس نتیجتاً سرمایہ بڑھتے رہنا چاہئے۔ سود کی جڑوں میں ہی جھوٹ اور دھوکا دہی چھپا ہوا ہے۔ سود کے نظام کا واحد مقصد ذرائع وطریقہ کار کی پرواہ کئے بغیر صرف اور صرف اپنے سرمائے میں اضافہ کرنا ہے۔ ("ڈیموکریسی ان امریکہ" ایلکس ڈی ٹاکویل)

نقد تجارت: سود کی طرح تجارت میں بھی سرمائے میں اضافہ ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ اسلام بھی سرمائے میں نقد اضافہ پر کسی قسم کی کوئی قدغن نہیں لگاتا بلکہ اس میں مزید اضافہ کیسے کیا جاسکتا ہے اس کا بھی طریقہ کار بڑی وضاحت سے بیان کرتا ہے اور یہ بھی بتاتا ہے کہ سرمائے میں اضافہ انسانوں کا استحصال کیے بغیر بھی ممکن ہے۔ آپس میں مدد، تعاون، عزت اور وقار سے سرمائے میں اضافہ اس سے کہیں زیادہ اور بہتر انداز میں کیا جاسکتا ہے۔ اس کی جڑوں میں ہی انسانیت کی بھلائی چھپی ہوئی ہے۔

دوستو! تجارت ایک ایسا کاروباری میدان ہے جو سب کھلاڑیوں کو مقابلے کی دوڑ کے یکساں مواقع مہیا کرتا ہے۔ اگر تجارت کے میدان میں تاجر امانتدار، عقلمند، تحقیقی علم پر عبور رکھنے والا ہنر مند منصف مزاج ہوگا تو وہی میدان کا کامیاب کھلاڑی ہوگا۔ آج کل تو تجارت کے مرد میدان یہودی ہی ہیں اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے اور تسلیم کرنا پڑے گا کہ سرمایہ دار کے اس سودی نظام کو اگر کوئی نظام چیلنج کرسکتا ہے تو وہ ہے نقد تجارتی معاشی نظام ہی ہے جو نظام فطرت ہے جو تجارت کے ساتھ ساتھ انسانیت کی عزت و وقار، معاشرے میں اخوت اور بھائی چارے اور امن وسکون کو بھی فروغ دیتا

ہے۔ موجودہ سودی معاشی نظام کو چیلنج کرنے کے لئے اقبال کے ایسے شاہینوں کی ٹیم تیار ہے کہ جن کے بارے میں انہوں نے فرمایا تھا کہ :

بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردان حر کی آنکھ ہے بینا
وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا
اقبالؒ

=============

۔ سودی نظام کے تخلیق کاروں کا مقصد:

سود کے مقاصد اور فوائد، اس کے خالقوں کی نظر میں کیا تھے۔ وہ اس کو خوب اچھی طرح جانتے تھے۔ بحیثیت انسان میری رائے میں سود انسانیت کو حقیقی زندگی کی لذتوں سے بہت دور اور انسانوں کو غلام بنائے رکھنے کی بہت بری نیت اور خواہش رکھتا ہے۔ دوسرا نبی محمد ﷺ کی تعلیمات خاص کر ربو کے خاتمے کا اعلان، ان کی شخصیت , ان کی امت اور ہر بھلائی کے کام کی مخالفت کرنا ہے۔

سود کی تعریف :

سود ایک غیر مسلم امریکی مصنف کی نظر میں۔ ایلکس ڈی ٹوکیویل اپنی کتاب "امریکہ میں جمہوریت" میں بہت وضاحت سے بیان کرتا ہے: "کہ سود مفادات کا ایک ایسا عقیدہ ہے جو بہت بلند نہیں ہے لیکن واضح اور یقینی ہے یہ عظیم چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا، لیکن یہ ان کو حاصل کرتا ہے جس کا مقصد بہت زیادہ کوشش و محنت کے بغیر حاصل کرنا ہے۔ یہ بڑی عقیدت و محبت پیدا نہیں کرتا لیکن یہ ہر روز تھوڑی قربانیوں کا مشورہ دیتا ہے۔ خود یہ انسان کو نیک نہیں بنا سکتا لیکن یہ شہریوں کی ایک بڑی جماعت کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو مدلل اعتدال پسند، دور اندیش اور اپنی مرضی کے خود کا مالک ہے۔ یہ براہ راست وصیت کے ذریعے فضیلت کی طرف نہیں جاتا بلکہ عادات کے ذریعے لوگوں کو بے حس بنا کر اسے اپنے قریب لاتا ہے"۔

دوسری طرف اس کی مثال پوری دنیا کا موجودہ معاشی اور معاشرتی ماحول ہے جہاں انسان اور انسانیت کس طرح بے توقیری، بے حسی اور بے بسی کا شکار ہو رہی ہے۔ خاص طور پر وہ ممالک اور وہ معاشرے جہاں مسلمان اکثریت میں ہونے کے باوجود موجودہ سودی معاشی نظام میں رہنے پر مجبور ہیں ان کے پاس سوائے دولت کمانے کے دوسرا کوئی اعلیٰ مقصد ہی نہیں رہا۔ ہر طرف بے بسی، اور بے حسی پنجے گاڑ چکی ہے "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" والا ایسا معاشرہ وجود میں آ چکا ہے جہاں اخلاقی اقدار کی کوئی قدر نہیں ایسے ماحول میں لوگ کبھی خوشحالی کی زندگی نہیں گزار سکتے۔ اس کے علاوہ سود کا نظام سنگ دلی، خود غرضی اور بے حسی کو فروغ دیتا ہے۔ ایک سرمایہ دار کو صرف اپنے سرمائے کے نفع سے غرض ہوتی ہے۔ چاہے معاشرے میں ضرورت مند افراد، بیماری،

بھوک وافلاس سے کراہ رہے ہوں یا بے روزگار اپنی زندگی سے بے زار خودکشی کرنے پر مجبور ہوں۔ "مادیت پرستی" تمام اقوام عالم کے درمیان انسانوں کا مشترکہ اور خطرناک مرض ہے۔ شریعت اس شقاوت وسنگ دلی کو کسی طرح برداشت اور پسند نہیں کرسکتی ہے؟ بہرحال سود مطلقاً حرام ہے، چاہے کسی بھی شکل میں ہو۔ ذاتی قرضے پر سود ہو یا تجارتی قرضے پر سود ہو۔

سود اور ربٰو میں فرق: سرمایہ داروں نے ثابت کردیا کہ جھوٹ اتنا بولو کہ سچ کا گمان ہونے لگے، جُذ کی اتنی تشہیر کرو کہ کُل چھپ جائے۔ لیکن ہمارے تن آسان لوگوں نے جیسے (الصلوۃ یا صلیٰ) کے مابین جو فرق ہے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ اسی طرح "سود" اور "ربٰو" کو ہم معنیٰ قرار دے کر اللہ تعالیٰ کا سیاسی اور معاشی نظام رائج کرنے میں ناکام ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے براہ راست دشمنی مول لی ہے۔ جو میرے نزدیک عربی زبان سے لاعلمی اور تحقیقی علم نہ ہونے کی وجہ سے ایک فاش غلطی یا غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اس کا ازالہ کرنے کے لئے اس کا فرق سمجھنا اور ختم کرنا لازم ہے۔ مثلاً "ربٰو ایک درخت کی جڑ ہے" اور "سود" اس کا پھل ہے۔ مزید وضاحت یہ کہ جس طرح دہی، لسی اور مکھن کا ماخذ دودھ ہوتا ہے اسی طرح "مالی معاملات کچھ بھی ہوں (چاہے دست بدست قرض کی ہو، زمین کو پٹے پے دینے کی ہو، مضاربت یا مشارکت کی کوئی بھی شکل ہو) "ربٰو" اس کا ماخذ ہے"۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے "ربٰو/سود" کو جڑ سے ہی ختم کرنے کا حکم دیا تاکہ "ربٰو/سود" کی کوئی شکل ہی باقی نہ بچے۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ اسی لئے حکیم اعلیٰ نے "ربٰو/سود" کو جڑ سے ختم کرنے کا نسخہ یعنی ربٰو کے

خاتمے کا اعلان کیا (وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا - 275البقرہ) اور انسانوں پر حرام ٹھہرا کر انسان کو ذہنی اور جسمانی غلامی سے آزاد کر دیا۔ جو ایک مکمل اور مسلسل تدریجی عمل کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ قبل اسلام اس سودی نظام کی وجہ سے انسانوں کا استحصال اور معاشرے میں بے حسی اور مجبوریاں بڑھتی جارہی تھیں ۔اور یہ قانون فطرت ہے جب ظلم اپنی حدیں پار کرتا ہے تو اس کا خاتمہ ضروری ہو جاتا ہے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ دین حق کے آنے کے بعد بھی انسانوں کا استحصال جاری رہتا ؟ اللہ تعالیٰ جو خالق کائنات جس کی ایک صفت حکمت بھی ہے اس کی نظر سے سود کی مکاریاں کیسے مخفی رہ سکتی تھیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سودی معاشی نظام کو جڑ سے ہی اکھاڑ باہر کیا ۔اس کے لئے قرآن میں ربٰو (میری نظر میں یہ ام الخبائث کا لفظ بھی کمتر ہے) کی اصطلاح استعمال کی اور سود کی تمام ممکنہ اشکال کو رد اور خاتمے کا اعلان کیا۔ سود سے پاک معیشت کو رائج کرنے کا حکم دیا۔ ہم سے کوتاہی ہوئی اور ہم "سود" اور "ربٰو" کی ظاہری مشابہت سے دھوکہ کھا کر ہم پلہ سمجھ بیٹھے ہیں جس کے بعد سے مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جو اسلام کے ظہور سے پہلے سے جاری تھا وہ آج بھی جاری ہے۔آیئے اس پر دوبارہ تفکر و تدبر کرتے ہیں اور امت مسلمہ کو سود اور ربٰو کے آفریت سے نجات دلا کر اپنے اہل علم مسلمان ہونے کا ثبوت دیں اور کم از کم پاکستان میں تو سود سے پاک معاشی نظام قائم کریں۔اس وقت ضرورت بھی ہے، سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد حالات بھی موافق ہیں اور اس سے بہتر شائد دوسرا موقع میسر نہ آئے۔

مفتی امداداللہ محمود فرید صاحب فرماتے ہیں" ربٰو اور سود دونوں میں فرق ہے۔اردو کے ربٰو یا سود سے مراد فقط جاہلیت کا سود ہے۔جو فقط قرض پر منافع کا حصول ہے، اور عربی کے ربٰو سے مراد ہر وہ تمویلی اور تجارتی معاملہ کہ جس میں سودی لین دین پایا جائے چاہے وہ قرض میں ہو یا ادھار میں، مضاربت میں ہو یا شراکت میں۔ مرابحہ میں ہو یا ایجارہ میں، نقدی میں یا بیع صرف میں، رہن میں ہو یا سیکیورٹی میں غرض ہر وہ تجارت یا اسکیم جس میں قرآن وسنت اور فقہاء امت کی طرف سے بتائی گئی سودی معاملات کی واضح علامات موجود ہوں وہ عربی کا ربٰو یعنی سود ہے۔جو تقریبا سود کی چھ اقسام میں بند ہے۔سود کہلاتا ہے۔" مفتی امداداللہ محمود فرید دارالافتاء جامعہ مظاہر العلوم آراے بازار لاہور کینٹ۔

======

۔ربٰو کے خاتمے کا اعلان اور مقصد :

اللہ تعالیٰ کا یہ حکم رسول اللہ ﷺ کے وصال سے کچھ ہی عرصہ پہلے نازل ہوا تھا۔ مروجہ سود کا خاتمہ اور اس کی روک تھام انتہائی اہم تھی کیونکہ سودی نظام آہستہ آہستہ مگر پورے زور و شور اور یقین کے ساتھ مسلم معاشرے میں سرائیت اور رواج پا رہا تھا اور اس کا برقرار رہنا نقد تجارت اور معاشرتی زندگی کی نفی تھی۔ اس لئے یہ انتہائی

ضروری تھا کہ اس سودی نظام کے خاتمے کا اعلان کیا جائے اور اس کے متبادل سود سے پاک نقد معاشی نظام کو متعارف و نافذ کیا جائے تا کہ انسانیت کو انسانوں کے استحصال سے بچایا اور خوشحال زندگی کو بحال کیا جائے۔

ربٰو /سود کے معنی وسود کی تعریف: سود کی تعریف کسی اور کے پیسے کے استعمال کے لیے ادا کی جانے والی رقم کے طور پر کی جاتی ہے۔ ربٰو/سود کے لغوی معنی زیادتی اور اضافے کے ہیں۔ شریعت میں اس کا اطلاق "ربٰوالفضل" اور "ربٰو النسیہ" پر ہوتا ہے۔ ربٰو الفضل اس کو کہتے ہیں جو چھ اشیاء میں کمی بیشی یا نقد و ادھار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مثلاً گندم کا تبادلہ گندم سے کرنا ہے تو فرمایا گیا کہ ایک تو برابر برابر ہو۔ دوسرے ہاتھوں ہاتھ ہو اس میں بھی اگر کمی بیشی ہو گی تب بھی اور ہاتھوں ہاتھ ہونے کی بجائے ایک نقد اور دوسرا ادھار یا دونوں ادھار ہوں پھر بھی ربٰو /سود ہے۔

ربٰو "النسیہ" کا مطلب ہے کہ کسی کو چھ مہینے کے لئے اس شرط پر سو (100) روپے دینا کہ واپسی 125 روپے ہو گی 25 روپے چھ مہینے کی مہلت کے اضافی لئے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ کُلُّ قَرضٍ جَرَّ مَنُفَعَۃً فَھُوَ ربٰو (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر۔ج 5۔ صفحہ 28)۔

قرض پر لیا گیا نفع (ربٰو/سود) ہے بھلے یہ قرضہ ذاتی ضرورت کے لئے لیا گیا ہو یا کاروبار کے لئے دونوں قسم کے قرضوں پر لیا گیا فائدہ (سود/ربٰو) حرام ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی دونوں قسم کے قرضوں کا رواج تھا۔ شریعت محمدی نے بغیر کسی قسم کی تفریق کے دونوں کو مطلّقاً حرام قرار دیا ہے۔ اس لئے بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ تجارتی قرضہ پر اضافہ

(ربٰو) نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرض لینے والا اس سے فائدہ اٹھاتا ہے جس کا کچھ حصہ وہ بینک کو یا قرض دہندہ کو لوٹا دیتا ہے تو اس میں کیا قباحت ہے؟ اس کی قباحت ان مجتہدین کو نظر نہیں آتی جو اس کو جائز قرار دینا چاہتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس میں بڑی قباحتیں ہیں۔ مثلاً قرض لے کر کاروبار کرنے والے کا منافع یقینی تو نہیں ہے بلکہ منافع تو کجا اصل رقم کی حفاظت کی بھی ضمانت نہیں ہے۔ بعض دفعہ کاروبار میں ساری رقم ہی ڈوب جاتی ہے۔ جب کہ اس کے برعکس قرض دہندہ (چاہے وہ بینک ہو یا ساہوکار) اپنا منافع پہلے سے ہی متعین کر لیتا ہے جس کی ادائیگی ہر صورت لازمی ہے۔ یہ ظلم کی ایک واضح صورت ہے جسے شریعت اسلامیہ کس طرح جائز قرار دے سکتی ہے؟۔ خلاصہ سورہ البقرہ صفحہ 121، 122 شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس سعودی عرب۔

==============

۔ایک غیر مسلم مصنف الیکس ڈی ٹوکیویل اپنی کتاب، "امریکہ میں جمہوریت" میں کہتا ہے : کہ "(سود) کو شرعی قانون کے تحت متعدد وجوہات کی بناء پر ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد بدلے میں "مساوات" کو یقینی بنانا ہے۔ اس کا مقصد یہ یقینی بنانا ہے کہ لوگ ناجائز اور غیر مساوی تبادلے کو غیر قانونی بنا کر اپنے مال کی حفاظت نہ کر سکیں۔"

جبکہ اسلام کا مقصد صدقہ کو فروغ دینا اور احسان کے ذریعے دوسروں کی مدد کرنا ہے۔ اور خود غرضی کے جذبات کو دور کرنا جو معاشرتی عداوت، عدم اعتماد اور ناراضی پیدا کر سکتے ہیں۔ (ربٰو / سود) کو غیر قانونی بنا کر شریعتی قانون کے ذریعے یکساں مواقع اور

ماحول تیار کرنا ہے جس میں لوگوں کو خیر پھیلانے اور ریاست سے کام کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اگر سود کے اصول کو صحیح معنوں میں سمجھا جائے تو موجودہ دنیا کی حیثیت اس کے پیش نظر کچھ بھی نہیں ہے تو یہ بہت ہی ناکافی ہوگا کیونکہ اسلام میں بہت ساری قربانیاں ایسی ہیں جن کا بدلہ صرف کہیں اور مل سکتا ہے۔ فضیلت (اچھائی) کی افادیت کو ظاہر کرنے کے لئے کوئی بھی آسانی پیدا کی جاسکتی ہے مگر اس انسان کے زندہ رہنے کے لئے یہ آسان کام کبھی نہیں ہوگا جس کو مرنے کا کوئی خیال نہیں ہے۔ لہٰذا یہ جاننا ضروری ہے کہ کیا حق کے مطابق سمجھے جانے والے اصل سود کے اصول مذہبی نقطہ نظر کے ساتھ آسانی سے مطابقت پذیر ہیں؟۔ یہ فلسفہ جو اخلاقیات کا یہ نظام مرتب کرتے ہیں وہ انسانوں کو کہتے ہیں کہ اس زندگی میں خوش رہنے کے لئے انہیں اپنے شوق کو دیکھنا چاہئے اور مستقل طور پر اپنی خواہشات پر قابو پانا چاہیے۔ دائمی خوشی صرف ایک ہزار عارضی خوشیاں ترک کر کے ہی حاصل کی جاسکتی ہے اور یہ کہ اپنے نفع کو حاصل کرنے کے لئے ایک شخص کو ہمیشہ اپنے نفس پر فتح حاصل کرنا بھی ضروری ہوگا۔ اسی طرح تقریبا تمام مذاہب کے بانیوں نے ایک ہی زبان رکھی ہوئی ہے اور جس راستہ کی طرف انہوں نے انسان کو اشارہ کیا وہ ایک ہی ہے "آخرت" ان قربانیوں کا ثواب اس دنیا میں رکھنے کے بجائے وہ اسے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود میں یہ نہیں مان سکتا کہ وہ تمام لوگ جو مذہبی نقطہ نظر سے اچھائی پر عمل پیرا ہیں، وہ صرف بدلہ آخرت میں لینے کی امید کے ذریعے انجام پا رہے ہیں۔ جو اپنے آپ کو ہمیشہ بھول جاتے ہیں اور اپنے ساتھی انسانوں کی خوشی کے لئے زیادہ تر شوق سے کام کرتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ انہوں نے اعلان کیا ہے کہ انہوں نے یہ سب کچھ صرف ہمیشہ کی

زندگی کی برکات حاصل کرنے کے لئے کیا ہے میں یہ نہیں سوچ سکتا کہ وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور میں ان کا اس پر یقین کرنے کے لئے ان کا بہت زیادہ احترام کرتا ہوں۔

مسیحیت واقعتاً یہ تعلیم دیتی ہے کہ انسان کو ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے کے لئے اپنے پڑوسی کو اپنے آپ پر ترجیح دینا چاہئے اور عیسائیت یہ بھی تعلیم دیتی ہے کہ انسانوں کو خدا کی محبت کے لئے اپنے ساتھی مخلوق کو فائدہ پہنچانا چاہئے ایک عمدہ اظہار ہے۔ انسان اپنی ذہانت سے خدائی تصورات کو تلاش کرتا اور دیکھتا ہے کہ اس حکم کو خدا کا مقصد آزادانہ طور پر ایک عظیم منصوبہ کو مکمل کرنے کے لئے ایک دن جمع ہونا ہے اور جب وہ تمام تخلیق شدہ چیزوں کی اس ضمن میں اپنے مفادات کی قربانی دیتا ہے تو اس (اللہ تعالیٰ) کی خوشنودی کے سوا کسی اور بدلے کی توقع ہی نہیں کرتا ہے لہٰذا اس پر غور کرنا بہت ضروری ہے"۔ (الیکس ڈی ٹاکویل)

===========

۔ معاوضہ صرف محنت کا

حکمِ حق ہے لَیَس لِلانسَانِ اِلَّامَا سعیٰ
کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار
اقبالؒ

(ترجمہ) "اور یہ کہ ہر انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کی وہ خود کوشش کرتا ہے" (النجم 39/53)۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ الواقعہ میں انسان کو اس کی اوقات یاد دلاتے ہوئے فرمایا ہے (ترجمہ) "اچھا پھر تم یہ بتلاو کہ جو بیج تم بوتے ہو اسے میں اگاتا ہوں یا تم اگاتے ہو" (الواقعہ 63،64/56) اور پھر اسی سورہ میں فرمایا کہ "اچھا یہ بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اسے بادلوں سے میں برساتا ہوں یا تم برساتے ہو" (الواقعہ 68،69/56)۔ اور پھر اسی سورہ میں فرمایا کہ "اچھا ذرا یہ بھی بتاو کہ جو آگ تم سلگاتے ہو اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم اس کے پیدا کرنے والے ہیں (الواقعہ 72،71/56)۔ اسی سورہ میں اللہ تعالیٰ انسان کو کہتا ہے کہ "عورت کے رحم میں جو نطفہ تم ڈالتے ہو اس سے بچہ میں بناتا ہوں یا تم بناتے ہو"

دوستو! ذرا سوچو تو سہی کہ یہ سب کچھ اللہ رب العزت کے قانون کے تحت ہوتا ہے یا ہمارے کسب و ہنر کی رو سے ہوتا ہے مثلاً ہم جو کھیتی باڑی کرتے ہیں اس پر غور کریں کہ اس میں ہمارا عمل دخل کتنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قانون کیا کچھ کرتا ہے ہم زمین میں ہل چلا کر اس میں بیج ڈال دیتے ہیں اب بتائیں کہ اس بیج سے فصل کون اگاتا ہے؟ ایسا ہم کرتے ہیں یا اللہ باری تعالیٰ کی ذات کرتی ہے۔

میری ذاتی رائے میں "معاوضہ صرف محنت کا" حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کا وعدہ اپنے اس بندے کے پلڑے میں ڈال دیا ہے۔ جس کے پاس کاروبار کرنے کے لئے سوائے محنت اور وقت کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس نے معاشرے اور انسان دونوں کو

استحصالی نظام سے محفوظ کر دیا۔ اسی طرح معاشرے میں احسان اور خیر پھیلانے کی بنیادی ذمہ داری ریاست کی ہوتی ہے اور ریاست کا ہر شہری اس ذمہ داری میں شریک ہو کر ریاست کی مدد کرتے ہیں۔ ریاست اپنے ہر شہری کی کفالت کی ذمہ دار ہے خواہ وہ شہری امیر ہو یا غریب، صحت مند، اپاہج یا بیمار، سب اس کی اولاد کی طرح ہوتے ہیں۔ چونکہ ریاست میں اللہ تعالیٰ کے خزانے پوشیدہ ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب اور اقتدار دے کر ذمہ دار ٹھہرا دیا کہ وہ زمین میں مدفون خزانوں کو تلاش اور استعمال میں لا کر اپنی رعایا کی ضروریات کو پورا کرے اور جو کوئی ریاست کا سربراہ بن کر اپنی رعایا کا خیال نہیں کرے گا اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں جوابدہ ہونا پڑے گا۔ موجودہ دور میں عملی طور پر ایک غریب انسان کے پاس شراکت کے لئے پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے اسے اپنی محنت کو گروی رکھنا پڑتا ہے اور یہیں سے انسان کا استحصال اور معاشرے میں بگاڑ شروع ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ربٰو کی ہر شکل کو حرام قرار دے دیا تاکہ معاشرے میں اخوت اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہو سکے یہ شرف صرف دین اسلام کو ہی حاصل ہے اور اس کے برعکس موجودہ سرمایہ داری نظام نے پوری کائنات میں فساد برپا کر رکھا ہے۔

حکمِ حق ہے لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّامَا سَعیٰ
کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایادار

۔ سود سے استحصال کیسے؟

مجبوراً قرض لینے والے کو جو اضافی رقم (سود) دینی پڑتی ہے وہ استحصالی سود کہلاتا ہے۔ اس قسم کا سود جو کہ پہلے بھی حرام تھا اور آج بھی نہ صرف حرام ہے بلکہ غیر انسانی بھی تصور کیا جاتا ہے۔ سود کی حرمت انجیل میں اور تورات بھی موجود ہے۔ عبرانی زبان تورات میں ربٰو کو "ربایت" لکھا گیا ہے۔ غیر انسانی اور غیر منصفانہ سود کی سزا مسیحی معاشرے میں زندہ جلا دینا تھا۔ یہودیت میں بھی ربٰو کی سزا تھی لیکن " چالاک یہودیوں نے اپنے مذہبی رہنماؤں سے یہ قانون پاس کروالیا تھا کہ " یہودی اگر یہودی کو قرض دے گا اور اس پر سود لے گا تو یہ جرم ہو گا لیکن اگر کسی غیر یہودی کو قرض دے کر سود لے گا تو یہ یہودی پر حرام نہیں ہو گا۔" اس طرح زمانہ قدیم سے یہودیوں نے قرض دے کر سود کمانے کو ایک پیشہ بنایا ہوا تھا۔ جو یہودی مدینہ میں رہتے تھے اسلام کے آنے سے پہلے بھی وہ بھاری سود پر قرض دیتے اور لیتے تھے۔

اسلام دولت کمانے کا لائسنس عام نہیں دیتا بلکہ ایک ذمہ داری کے ساتھ۔ ترجمہ "اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ، مگر یہ کہ خرید و فروخت تمہاری آپس کی رضامندی سے ہو اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقینا اللہ تعالیٰ تم پر بہت رحم کرنے والا ہے جو شخص بھی حکم عدولی کرے گا میرے حکم سے سرکشی یا ظلم کرے گا تو عنقریب ہم اس کو آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے"۔ (قرآن۔النساء 4،29)۔

==========

۔اسلام میں کمائی کے جن طریقوں کو حرام کیا گیا ہے:

1۔ سود خور (البقرہ۔275-278تا280،آل عمران 130)۔

- رشوت اور غصب (البقرہ۔180)۔

- خیانت خواہ فرد یا افراد کے مال میں ہو (البقرہ۔283آل۔عمران۔161)۔ چوری (المائدہ38)۔

- مال یتیم میں بے جا تصرف (النساء۔10)۔

- ناپ تول میں کمی (المتطفیف۔1،2،3)۔

- فحاشی پھیلانے والے ذرائع کا کاروبار (النور-19)۔

- قحبہ گری اور زنا کی آمدنی (النور-2۔32)۔

- شراب کی صنعت بیع اور اس کی حمل و نقل، جوا، بت گری، فال گری (المائدہ-90)۔

2۔مال جمع کرنے کی ممانعت:

ناجائز طریقوں سے کمائی گئی دولت جمع نہ کرنے کا حکم: ترجمہ "اے ایمان والو! اکثر علماء اور عابد لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجئے"۔ (التوبہ 9/34)۔

3۔مال خرچ کرنے کا حکم:اللہ تعالیٰ نے مال جمع کرنے کی بجائے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ترجمہ "وہ آپ سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ تو آپ کہہ دیجئے اپنی ضرورت سے زائد" (البقرہ 219، النساء 36،الزاریات-1، البقرہ 280،272،268،الروم 39، الفاطر، 30)۔ترجمہ " جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لئے بہتر خیال نہ کریں وہ ان کے لئے انتہائی بدتر ہے"۔(آل عمران 180/3)

۔ قیام پاکستان کا بنیادی مقصد:

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ کے بنیادی نعرہ سے شروع ہونے والا یہ سفر ایک عظیم ، مخلص، دیانتدار اور ذہین لیڈر قائداعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں اپنی منزل تک تو پہنچ گیا لیکن جس بنیادی مقصد کے حصول کے لئے مملکت خداداد معرض وجود میں آئی، بدقسمتی سے اس مقصد کا حصول آج تک ادھورا ہے۔ میری نظر میں اس کی سب سے بڑی وجہ بانی پاکستان کی ناگہانی وفات کے بعد مخلص قیادت کا فقدان رہا ہے۔

۔ تصور پاکستان دینی تجربہ گاہ علامہ محمد اقبالؒ کا خواب:

دنیا کے مسلمانوں اور خصوصاً برصغیر کے مسلمانوں کو پیغام دیتے ہوئے عظیم محقق، فلسفی مفکر اور معاشرتی سائنسدان علامہ محمد اقبالؒ نے انتہائی یقین یاد دلاتے ہوئے کہا۔ " قوم کا مطلب یہ ہے کہ ہزاروں آنکھیں ایک ہی نگاہ سے دیکھ رہی ہوں"۔ تم بھی یک نگاہ ہو جاؤ تاکہ تمہیں دنیا کی فرمانروائی حاصل ہو جائے۔ اسلام نے حقیقی جذبے، درست معنوں میں عمل کرنے کے لئے اور بحیثیت قوم فخر، امن اور عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی تلقین کی ہے۔ایک قوم کو حقیقی آزادی اس وقت ملتی ہے۔جب وہ کسی معاشی دباؤ کے بغیر اپنے معاشرتی اور ثقافتی طرز زندگی کے فیصلے اپنی روایات اور قوانین کی روشنی میں کرسکے اور یہ ایک آزاد، خود مختار معاشی طور پر مضبوط ریاست میں ہی ممکن ہو سکتا ہے دوسری صورت معاشی آزادی کے بغیر ریاست غلاموں کی منڈی بن جاتی ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناحؒ علامہ محمد اقبالؒ کے اس اولین مقصد کو سمجھ چکے تھے اس لئے انہوں نے اس عظیم اور مقدس مقصد کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا کر علامہ اقبالؒ کے خواب کی تعبیر اور حصول کو اپنی زندگی کا حقیقی مقصد بنا لیا تھا اور مسلمان ریاست کے قیام کے لئے ہمیشہ ثابت قدم رہے۔

آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مخلص لیڈر کی مخلص کاوشوں سے پاکستان 27 رمضان 14 اگست 1947 کو معرض وجود میں آگیا۔ الحمد اللہ ! اور اپنی آزادی کے پچاس سال بعد ہی پاکستان دنیا کی ساتویں جوہری طاقت بن کر عالمی نقشے پر ابھرا، اس طرح پہلی اسلامی جوہری ریاست قائم ہو گئی اور ہمیں اس پاکستان کا شہری ہونے پر

فخر ہے۔ جہاں پاکستان نے اپنے محدود وسائل میں رہتے ہوئے اعلی علم و تحقیق کی وجہ سے دفاع کے شعبہ میں، زرعی و صنعتی شعبوں میں، سائنس و ٹیکنالوجی میں اعلیٰ مہارت کی حامل افرادی قوت پیدا کر کے دوسرے ترقی پزیر ممالک کی مدد کرنے کے علاوہ اور بہت سی اہم کامیابیاں حاصل کیں۔

وہیں دوسری طرف گزشتہ تیس پینتیس سالوں میں نااہل حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ہماری معیشت اور ہمارے بہت سے ادارے اخلاقی و معاشی طور پر تباہ ہو چکے ہیں۔ تمام اداروں میں قابلیت کا قتل اور اقربا پروری کی حوصلہ افزائی اور اس کے نتیجے میں ہونے والی بے روزگاری نے قوم کو سیاسی، مذہبی اور لسانی بنیادوں پر تقسیم کر کے رکھ دیا ہے۔ ان حکمرانوں کی کرپشن آج سب کے لئے ایک درد سر اور حقیقی پریشانی بنی ہوئی ہے۔ جوہری تجربات کے بعد تو پوری دنیا کی نظریں پاکستان پر لگی ہوئی ہیں اس وجہ سے کرپٹ حکمرانوں کی کرپشن اور بھی گہرائی و شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ بحیثیت قوم دنیا کے سامنے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اسلام سود سے پاک مضبوط اخلاقی معاشی نظام رکھتا ہے ۔ اس نظام کے اندر آج انسانیت کو درپیش تمام دنیاوی مسائل کا حل موجود ہے۔ خود داری اور وقار کے ساتھ سادہ زندگی بسر کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ایک دوسرے کا دل میں احساس ہی ملک و قوم کی تقدیر بدل سکتا ہے۔ اس کے لئے ہر پاکستانی کو اخوت کے جذبے کے ساتھ بھرپور جدوجہد کرنی ہو گی۔

شخصی قابلیت کو معیار بنا کر ہم اپنے اعلیٰ دماغوں کی بیرون ملک منتقلی کو روکنا بلکہ بیرون ممالک سے اپنے ذہین لوگوں کی واپسی کو بھی ممکن بنانا ہو گا۔

ہم آج حکومت کے سامنے ہم سود سے پاک معاشی نظام کا خاکہ پیش کرتے ہیں تاکہ حکومت ہر قسم کے مشکل چیلنج کا مقابلہ کر سکے اور اپنے ملک اور قوم کو معیشت کے اس بحران سے نکال سکے اب یہ حکومت وقت پر منحصر ہے کہ وہ اپنے لوگوں کو سود کی گندگی سے کیسے اور کتنی دیر میں نکال سکے گی؟

شریعت محمدی تو اہل ایمان کو معاشرے میں ضرورت مندوں پر بغیر کسی دنیاوی لالچ ،غرض و منفعت کے خرچ کرنے کی ترغیب دیتی ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں اخوت، بھائی چارے، ہمدردی، تعاون اور شفقت و محبت کے جذبات فروغ پاتے ہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ایک عام انسان کی غلطی کا خمیازہ اسی کو بھگتنا پڑتا ہے مگر ایک مجتہد / فقہی عالم دین کی غلطی کی سزا پورے معاشرے کو بھگتنا پڑتی ہے۔ہم سے الفرقان کا ترجمہ کرنے اور سمجھنے میں چوق ہو گئی یا شروع دن سے ہی سازش کا شکار ہو گئے یا ہم سے اجتہادی غلطی ہوئی۔آیئے دوبارہ سوچتے ہیں کہ ہم سے غلطی کہاں ہوئی۔آیئے دوبارہ اجتہاد کر کے اپنے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ محمد ﷺ کو راضی کریں، تاکہ دین و دنیا کی نعمتیں اور دنیا کی امامت حاصل کر لیں۔اقبال نے شاید اسی لئے کہا تھا کہ

" سبق پھر پڑھ صداقت عدالت کا شجاعت کا

لیا جائے گا کام تجھ سے دنیا کی امامت کا"۔

==================

۔ ایک ریاست فلاحی ریاست کیسے بن سکتی ہے؟

ایک عام شہری کی تعریف:

یہ کہ ''ہر وہ شخص جو عاقل، بالغ، ذہنی و جسمانی طور پر صحت مند ہو اور جمہوری عمل میں شراکت دار اور منطقی ہوتے ہوئے بھی پالیسی سازی میں اثر ورسوخ سے قاصر ہو۔ روزانہ کی بنیادی ضروریات (صحت، تعلیم، خوراک) حاصل کرنے کی قوت خرید نہ رکھتا ہو۔ ریاست میں مستقل سکونت پزیر شہری جس کا "مال" (حلال پیسہ)، "جان" (محنت) اور "وقت" ریاست کی بہتری میں لگا ہوا ہو۔ ریاست کا ایک عام شہری یا سٹیک ہولڈر کہلا سکتا ہے۔

۔فلاحی ریاست اور ماڈرن ریاست میں فرق:

مروجہ معاشی نظام کے تصور میں تبدیلی: سب سے پہلے یہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ موجودہ سودی نظام مسلمانوں کا خود اختیاری یا مجبوری فعل ہے۔ اس کو کسی بھی وقت تبدیل کیا جا سکتا ہے جہاں تک میرا خیال ہے اور جو حقیقت بھی ہے کہ سودی نظام کا عام لوگوں کی سمجھ میں آنا آسان بھی نہیں ہے اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ اس کو تبدیل کئے بغیر انسانیت امن وسکون کی زندگی بھی نہیں گزار سکتی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سودی نظام کو فی الفور ختم بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ سرمایہ داروں کا اپنے مفاد میں بنایا ہوا

معاشی جال ہے وہ خود بھی اس پر بڑی سختی سے عمل کرتے ہیں اور دنیا سے بھی عمل کرواتے ہیں۔ اپنی اس معاشی برتری کی وجہ سے وہ اس مقام پر ہیں کہ نیو ورلڈ آرڈر بھی ترتیب دے رہے ہیں اس کے علاوہ دوسرا کوئی بھی نظام ان کو قابل قبول نہیں ہے۔ وہ اس سودی معاشی نظام کے تحفظ واستحکام کے لئے کسی بھی حد کو عبور کر سکتے ہیں۔ اب دنیا میں مایوسی یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مسلمان بھی پورے یقین سے کہتے ہیں کہ سود سے پاک معاشی نظام پر عمل کیسے ممکن ہو سکے گا؟ اور یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ ساری دنیا سے جنگ مول لے لی جائے اس طرح وہ معاشرے میں مزید نا امیدی اور مایوسی پھیلانے کا سبب بن رہے ہیں۔ سرمایا داروں نے سودی معاشی نظام کے ذریعے دنیا پر اپنی حکمرانی قائم کر رکھی ہے۔ اس کو صرف سود سے پاک معاشی نظام ہی چیلنج کر سکتا ہے اور دنیا میں امن و سکون اور خوشحالی کو یقینی بنا سکتا ہے لہٰذا اس سلسلے میں دنیا کے امن پسند راہنماوں کو سود سے پاک معاشی نظام کو ایک موقع ضرور دینا چاہیئے۔

اس کا تجربہ پاکستان میں فلاحی ریاست بنانے کے لیے کیا جا سکتا ہے۔ ایک جدید ریاست میں روایتی مشارکت، مضاربت، تجارت اور مزارعت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ فلاحی ریاست کے تحت مضاربت یا مشارکت اور مزارعت کے لئے رابطہ ذاتی یا انفرادی (پرائیوٹ) فرد/ادارہ کی بجائے فلاحی ریاست کے اداروں سے قائم کرنا ہوگا۔ اس لئے کسی بھی فلاحی ریاست کے پاس مندرجہ ذیل کا ہونا ضروری ہے:

(1) اس کا خطہ (زمین) ہو،

(2) ریاست کا آئین ہو (قرآن)،

(3) مرکزی قیادت ہو، اسوہ حسنہ (رسول اللہ محمد ﷺ)۔

(4) ریاست کے شہری

ریاست کے تمام ادارے اپنے فرائض انجام دینے کے لئے ریاستی قانون کے پابند ہوں۔ ریاست کے تمام ادارے ستون کا درجہ اور حکومت چھت کا درجہ رکھتی ہے جن پر حکومتی اجارہ داری تسلیم شدہ ہوتی ہے۔ حکومت میں مالیات کا شعبہ خصوصی اہمیت کا حامل ہوتا ہے جیسے شریانوں میں خون کے دوڑنے کی اہمیت ہے۔ موجودہ دور میں دنیا کا کوئی بھی ملک ایسا نہیں جہاں اس کے عوام کی معاشرتی و ثقافتی ضروریات کو مدنظر رکھ کر معاشی نظام بنایا گیا ہو۔ اگرچہ ہر ملک میں مرکزی بینک تو موجود ہے مگر ریاستی قانون و پالیسی کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا اس کی بنیادی وجہ اس سودی معاشی نظام کے خالقین نے جان بوجھ کر ایک منصوبے کے تحت "تقسیم کرو اور حکومت کرو کے نظریہ" پر مالیات کے شعبے کو ایک سازش کے تحت نجی ملکیت میں رکھا ہوا ہے تاکہ ریاست کو اپاہج اور عوام کو غلام بنائے رکھیں، پھر تفریق پیدا کر کے دونوں کو قابو میں رکھا جاسکے۔ اسی لئے موجودہ سودی معاشی نظام نے نجی بینکوں کا جال بچھا رکھا ہے اور کنٹرول چند افراد (آئی ایم ایف) کے ہاتھوں میں دے رکھا ہے۔ ان نجی بینکوں کا کنٹرول چند افراد کے ہاتھوں سے نکال کر ریاست کے حوالے کرنا ہوگا۔ کیونکہ کسی بھی ادارے کا تعلق ریاست اور اس کی فلاح و بہبود سے ہوتا ہے ریاستی سیاست یا افراد سے نہیں ہوتا۔ اس

کے لئے صارفین اور بینک کے درمیان ایک لامحدود رشتہ قائم کرنا انتہائی اہمیت کا حامل اور انتہائی ضروری بھی ہے۔اس سلسلے میں باصلاحیت فاضل نوجوان طبقہ کو نئی سوچ کے ساتھ آگے آنا ہوگا "نوکری نہیں صرف تجارت" سے ہی قوم کو بااختیار بنایا جاسکتا ہے ۔ہمارے نوجوان سود پر مبنی بینکنگ نظام کو سود سے پاک بینکاری نظام میں تبدیل کرنے کے لئے بہت متحرک اور اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ نوجوانوں کو متوجہ و ترغیب دینے کے لئے درج ذیل اقدامات کواختیار کرنا ہوگا:

قومی منافع وسائل کی تقسیم کا فارمولا:

مثال کے طور پر، ایک استاد کلاس روم میں 30 طلباء کو لیکچر دیتا ہے۔اور تمام طلباء کو ایک ہی جیسے ماحول میں علم اور معلومات کا ایک ہی معیار حاصل ہوتا ہے۔چونکہ طلباء میں متغیر صلاحیتیں اور قابلیت ہونے کی وجہ سے تمام طلباء ہر وقت 100% دھیان اور کوشش نہیں کرسکتے اور اس وجہ سے نتائج بھی ایک جیسے نہیں ہوتے۔اسی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے ہم قومی منافع وسائل کی تقسیم کا درجہ ذیل فارمولا اخذ کرسکتے ہیں:

اجر = علم و قابلیت * محنت / افراد کی تعداد۔

Salary/Profit= Knowledge+Capability*Labor / No of Person

نوٹ: جبکہ محنت، افراد کی صلاحیت و تعداد متغیر ہوتے ہیں۔

ترغیبی اقدامات:

- سرکاری اور نجی شعبے میں باصلاحیت فاضل نوجوان تاجر کو ملازمتوں کی تلاش کے بجائے کاروبار کو فروغ دینے کی ترغیب اور رہنمائی دی جائے۔
- صرف کاروباری قرضے بغیر معاشی شرط کے باصلاحیت نوجوانوں کو قابلیت کی بنیاد پر دیے جائیں گے۔
- منصوبے کی مکمل سرپرستی، فزیبلٹی رپورٹ، تکنیکی رہنمائی اور مالی خدمات بینک اپنی نگرانی میں مخصوص ماہر منصوبہ سازاداروں کی مشاورت کے ساتھ فراہم کرے
۔
- سرکاری اور نجی شعبے میں نئی تحقیق اور جدید ٹیکنالوجی متعارف کروائی جائے۔
- اور ترقیاتی منصوبوں، نئی ایجادات کرنے والے باصلاحیت فاضل نوجوان تاجر شخصیت کو خصوصی ترجیح دی جائے۔
- سرکاری اور نجی شعبے میں ہر قسم کی وصولیاں اور ادائیگیاں بینکوں کے ذریعے کی جائیں۔ جس میں فیس (سکول، کالج، یونیورسٹی یا حکومتی فیس، خوردنی سامان، سفر شامل ہیں وغیرہ۔)
- تمام بینک ایک صارف کو عام کھاتہ کھولنے کا یا آئی ایف اے (سود سے پاک) کھاتہ کھولنے اور انتخاب کا حق پیش کریں گے۔

دوستو! جب تک کسی چیز پر تین قوتیں خرچ نہ ہوں (جان، مال اور وقت)، اس وقت تک مالکانہ حقوق کی اہمیت کا احساس پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ فلاحی ریاست کے قیام کو ممکن بنانے کے لئے اس کو ایک مہم کے طور اپنانا ہو گا۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا ہو گا کہ موجودہ

سودی معاشی نظام کے خالقین اور سود کے عادی لوگ اس کو آسانی سے تبدیل کرنے نہیں دیں گے، کیونکہ یہ صدیوں سے رائج ہے جس سے ان کی اجارہ داری ختم ہو جائے گی۔ بہر حال اخلاقی اصولوں کی بنیادوں پر سود سے پاک نیا معاشی نظام عوام کے سامنے پیش کرنا ہوگا جس میں مندرجہ ذیل صفات کا ہونا ضروری ہے:

1۔ ریاست نئے کاروبار کے لئے سرمایا کی فراہمی بغیر کسی معاشی شرط کے اور صرف قابلیت کی بنیاد پر مرحلہ وار آسان بنانا ہوگا۔

2۔ ریاست نئے تاجروں کو پرامن ماحول جس میں جان، مال، عزت وآبرو اور تجارت کو تحفظ دیناشامل ہے۔

ریاست کا اہم ترین ادارہ ہوتے ہوئے، ریاستی بینک اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے اپنے شہریوں کو فلاح و بہبود کی سہولت مہیا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جب تک ریاست اور شہری کے درمیان لازوال اعتماد والا رشتہ قائم نہ ہو تو ریاست آگے نہیں بڑھ سکتی۔ لہٰذا ریاست کو آگے لے جانے کے لیے ریاستی بینک ہی مرکزی کردار ادا کر سکتا ہے۔اس کے لئے ہر شہری کو شہد کی مکھی والا کردار نبھانا ہوگا۔ جس طرح شہد کی مکھی، شہد اکٹھا کرنے کہاں کہاں سر گرداں کلی کلی کا رس چوستی رہتی ہے، تمام خارجی مصائب کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ مگر دل کا رشتہ اپنی ریاست سے کمزور نہیں ہونے دیتی۔ جب ہر ایک اپنی اپنی تگ و دو کا ماحصل ریاست کے سامنے ڈھیر کر دیتی ہے۔ تب جا کر ایک مضبوط اور مستحکم ریاست وجود میں آتی ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی وہ مضبوط رشتہ دوبارہ اپنی ریاست کے ساتھ قائم کرنا ہوگا۔

موجودہ سودی نظام کا مقصد حکومت کو اپاہج اور لوگوں کو گروہوں میں تقسیم کیئے رکھنا ہے۔ جبکہ نقد معاشی نظام کا مقصد حکومت کو فعال اور عوام کو متحد، خوشحال اور ذہنی غلامی سے نجات دلانا ہے۔ یہ ہے وہ بنیادی فرق جو ایک فلاحی ریاست اور جدید ریاست میں ہوتا ہے۔

۔ تجارت ریاست کا کام نہیں:

ریاست کا کام سوائے تجارت اور معاشرے کی ترقی کی راہ میں جو رکاوٹ آئے اسے دور کرنا اور کاروبار کو منظّم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ریاست کی کامیابی کی ضمانت قانون کی حاکمیت اور اس کے اپنے شہری ہوتے ہیں۔

تجارت کرنا ریاست کا کام نہیں ہوتا لیکن ریاست کے ذمے تجارت کو فروغ دینے کے لئے اخلاقی اصولوں کی بنیاد پر قوانین بنانا اوران طور طریقوں کی نگرانی کرنا، مقامی تاجر کو سہولت مہیا کرنا اوران قوانین پر سختی سے عمل درآمد کروانا ریاست کے ذمے ہوتا ہے ۔ریاست کے بنائے گئے اخلاقی اصول و ضوابط پر کسی صورت سمجھوتا نہ کرنا کسی کو بھی

استثنیٰ نہ دینا بھی ریاست ہی کے ذمے ہوتا ہے کیونکہ جن ممالک کے اداروں کی بنیاد اخلاقی اصولوں پر مبنی قوانین پر ہوتی ہے تو کامیابیاں بھی انہی کے قدم چومتی ہیں۔

حل کی طرف پہلا قدم:

"انسداد سود کے نتائج کا اولین اور سب سے اہم نتیجہ یہ ہوگا کہ اجتماع سرمایہ کی موجودہ فساد انگیز صورت ایک درست اور صحت بخش صورت سے بدل جائے گی" (سود۔215)۔حکومت زکوٰۃ کے نظام کو از سر نو منظّم کر کے معاشرے کے ہر فرد کو اعتماد میں لے گی اور اطمینان دلائے گی کہ کسی بھی مشکل وقت میں ریاست اپنے شہریوں کو تنہا نہیں چھوڑے گی۔

دوسرا نتیجہ ریاست کے پاس جمع شدہ سرمایہ رکھنے کی بجائے اس سے معیشت کا پہیہ چلانے کی طرف اقدام اٹھائے جائیں گے اور اجتماعی معیشت کو پروان چڑھانے کے لئے ایماندار تاجروں کی کاروباری حاجت اور ضرورت کو پورا کرنے کے لئے آسان طریقے سے ان کی مدد کی جائے گی۔

نوٹ: سرمایہ داری نظام کن بنیادوں پر استوار ہے۔ولیم ٹاونسینڈ اپنی کتاب "Dissertastion on the poor laws" میں لکھتا ہے کہ " بھوک کا کوڑا ایسا سخت ہے جو وحشی اور تند خو سے تند خو جانور کو بھی رام کر دیتا ہے"۔اس سے سر کش سے سر کش انسان بھی مطیع وفرمابردار بن جاتا ہے۔اس لئے اگر تم غریبوں سے کام لینا چاہتے ہو تو اس کا واحد ذریعہ فقط ایک ہے۔یعنی بھوک۔۔۔۔۔بھوک ہی وہ جذبہ محرکہ

ہے جس سے غریب اور محتاج ہر قسم کا کام کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔(بحوالہ نظام ربوبیت صہ 323)۔

=============

ٹیکس ہے کیا اور کیوں لگایا جاتا ہے؟

زکوۃ/ ٹیکس لگانے کے مقاصد

1۔ عوامی فلاح و بہبود کے منصوبے پر اخراجات (روزگار، تعلیم، صحت اور کھیل و کود کے منصوبے) 50٪

2۔ ریاست کے استحکام کے منصوبے پر اخراجات (صنعت، زراعت دفاعی صنعت وغیرہ) 45٪

3۔ ریاستی امور چلانے پر اخراجات 5٪

ٹیکس لگانے کی قانونی اور حقیقی وجہ:

کسی بھی قانونی حکومت کو امور ریاست چلانے میں یا عوامی مسائل حل کرنے میں جب کوئی دقت پیش آتی ہے تو وہ اپنی عوام کے پاس جاتی ہے اور بتاتی ہے کہ ان امور کو مکمل کے لئے ان کے پاس دولت نہیں ہے اور یہ منصوبہ ریاست کے استحکام، مضبوطی اور عوام کی خوشحالی کے لئے اہم ہے۔اس منصوبہ کی تکمیل پر اتنے پیسے درکار ہیں اور اس کی

تکمیل میں اتنا عرصہ لگے گا۔ پھر اس پر آنے والے تمام اخراجات کا درست تخمینہ لگاتی اور عوام کو بتاتی ہے پھر اس کو تمام لوگوں پر عدل و انصاف کی بنیاد پر تقسیم کرتی ہے جس میں پوری قوم خوشی سے شرکت کرتی ہے۔ حکومت وقفہ وقفہ سے منصوبہ کی تکمیل کی تفاصیل عوام کو باہم پہنچاتی ہے یہاں تک کہ منصوبہ تکمیل کو پہنچ جائے اور اس کی تکمیل کے بعد ٹیکس کی وصولی میں کمی کر دی جاتی ہے۔ یہ ہے ٹیکس لگانے کی قانونی اور حقیقی وجہ۔

ٹیکس کتنا وصول کیا جائے اس کے بارے میں دلیل سنت اور اجماع علمائے کرامؒ ہے اور سنت سے ثابت ہے۔ اس سلسلے میں بہت سی احادیث مروی ہیں جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چاندی کا صدقہ دسویں کا چوتھا حصہ ہے (یعنی 2,5%)۔'' [مالک، البخاری، نسائی اور ابن ماجہ] اس کے علاوہ، علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''' اگر آپ کے پاس 200 (چاندی) درہم ہیں اور اس پر پورا قمری سال گزر جائے تو اس پر 5 درہم ادا کرنے ہوں گے، اور آپ پر زکوۃ واجب نہیں ہے جب تک کہ آپ کے پاس 20 (سونے) کے دینار نہ ہوں اور اس پر پورا قمری سال گزر جائے۔ اس صورت میں آپ کو آدھا دینار ادا کرنا چاہیے اور اس پر کوئی اضافی رقم بھی واجب ہے، اور رقم پر زکوٰۃ صرف اسی صورت میں واجب ہے جب اس پر پورا قمری سال گزر جائے۔'' [ابو داوٗد]

زکوٰۃ: خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمۡ وَتُزَکِّیۡہِمۡ بِہَا وَصَلِّ عَلَیۡہِمۡ ! (التوبہ۔9/103)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ترجمہ "اے نبی! آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں"۔ اپنے کمائے ہوئے میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے نکال دو تاکہ تمہیں پاک کیا جائے اور تزکیہ ہو"۔

اگر آپ نے ایک روپیہ کمایا ہے تو اپنی تمام ضروریات پوری کرنے کے بعد جو بچ جائے اس کو اللہ کی راہ میں دے دو۔ مثال کے طور پر ایک روپیہ برابر ہے 100 پیسے کے، اس میں 75 پیسے آپ کے تمام اخراجات کرنے کے بعد باقی 25 پیسے بچے آپ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں۔ یعنی ایک چوتھائی سو ہم جو بھی کمائیں اس کا ایک چوتھائی اللہ کے بینک میں جمع کرا دیں۔ اللہ کا بینک یعنی ریاست کا بینک۔ جب سب شہری اپنی ذمہ داری سمجھ کر یہ 25 پیسے سالانہ حکومتی بینک میں جمع کرائیں گے جس سے ریاست اپنے تمام شہریوں کے لئے فلاحی کام سرانجام دینے کے قابل ہو گی۔ اس طرح کسی شہری کی عزت نفس مجروح کئے بغیر تمام شہری مستفید ہو سکیں گے اور تب ریاست ایک فلاحی ریاست کہلائے گی۔

ارسطو سمجھتا تھا کہ "غلامی تمدن انسانی کے قیام کے لئے ایک ضروری جذ ہے مگر مذہب اور زمانہ حال کی تعلیم سے مہذب قومیں محسوس کرنے لگیں کہ قیام تمدن میں یہ تخریب کرتا ہے اور انسانی زندگی کے ہر پہلو پر مذموم اثر ڈالتا ہے"۔

اقبالؒ کے تصور اور قیام پاکستان کے پیچھے ان کے ذہن میں کیا سوال تھے کہ "آیا مفلسی بھی نظم عالم میں ایک ضروری جذ ہے؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہر فرد مفلسی کے دکھ سے آزاد ہو؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ گلی کوچوں میں چپکے چپکے کراہنے والوں کی دلخراش

صدائیں ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائیں اور ایک دردمند دل کو ہلا دینے والے افلاس کا دردناک نظارہ ہمیشہ کے لئے صفحہ عالم سے حرف غلط کی طرح مٹ جائے" (علم الاقتصاد، اقبال اور قرآن صفہ 178)۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

۔بینکنگ نظام پر ریاست کی اجارہ داری۔

آئی ایف ایس بی پی کی بنیاد۔ (سود سے پاک سٹیٹ بینک آف پاکستان):

پاکستان برصغیر کے اس حصے میں واقع ہے جہاں اسلام کے پیروکار اکثریت میں تھے۔ پاکستان ایک مسلم اکثریتی قوم کے طور پر وجود میں آیا تھا جس کا اپنا صدیوں پرانا آزمودہ سیاسی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نظام موجود تھا۔ لیکن سرمایہ دارانہ نظام اور اس کے ذہنی غلاموں نے اس پر عمل کرنے کی کبھی اجازت نہیں دی۔اس طرح آزادی کے گذشتہ 75 سالوں میں موجودہ معاشی نظام کو بہتر کرنے کے لئے بہت سی کوششیں بھی کی گئیں، لیکن سب ناکام رہی ہیں۔

آج وقت نے ثابت کردیا ہے کہ سود پر مبنی معاشی نظام مسلمان معاشرے میں کیا کسی بھی معاشرے میں چل نہیں سکتا کیونکہ اس نظام نے ہر جگہ انسانوں کا استحصال کیا ہوا ہے لہٰذا اب اس نظام سے نجات حاصل کرنا انتہائی ضروری ہو گیا ہے۔ کیوں کہ مسلم معاشرے میں انسانی فکر جمود کا شکار ہوچکی ہے اس لئے موجودہ حالات کے اندر پاکستان

کو اپنا نقد معاشی نظام متعارف کرانے کی بڑی اشد ضرورت ہے۔ جو مسلم معاشرے کی روایات، ضروریات اور رسم و رواج سے مطابقت رکھتا ہے۔

آئی ایف ایس بی پی کا تصور:

یہ ایک اہرام کی تکونی شکل پر مبنی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بنیاد جتنی وسیع اور گہری ہو گی عمارت اتنی ہی مضبوط اور پائیدار ہو گی ۔ کسی بھی ملک میں قانون کی حاکمیت اور معیشت میں بڑے پیمانے پر عوام کی شرکت و حمایت ہی ملک کی فلاح و بہبود کی ضامن ہو گی کیونکہ جتنے زیادہ اکاونٹ ہولڈر ہوں گے ملکی معیشت اتنی ہی زیادہ مضبوط اور کامیاب ہو گی۔

(آئی ایف ایس بی پی) سود سے پاک بینک کی پالیسی اور اہداف۔

''سادگی اپناؤ اور صلاحیت بڑھاؤ'' ایک بہترین اصول و پالیسی ہے۔ جو آغاز عمل سے تکمیل عمل تک برقرار رہے گی۔ ہمیں پاکستان بھر میں ادھار تجارت کی بجائے نقد تجارت کی پالیسی کو فروغ دینے اور اپنانے کی اشد ضرورت ہے۔

اگر ملک کو سود سے پاک کرنا ہے تو پہلے مرحلے میں ہمیں اپنے مذہبی رہنماوں کی مدد سے سود کے خلاف قومی اسمبلی سے قانون پاس کروانا ہو گا کہ پاکستانی اگر پاکستانی کو قرض دے اور اس پر سود لے تو یہ جرم ہو گا۔ جس طرح سودی نظام کے خالقوں نے اپنے مذہبی پیشواؤں سے مل کر اپنی اسمبلی سے سود کے نقد ہونے کا قانون پاس کروایا تھا۔ دوسرے حصہ میں جب تک نقد معاشی نظام کے ثمرات عوام تک نہیں پہنچتے اور بین

الاقوامی تجارت کی حساسیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر کوئی پاکستانی غیر مسلم سے تجارت کرے یا قرض دے یا لے کر سود لے یا دے تو یہ جرم تصور نہیں کیا جائے گا۔

معاشی نمو کے لئے ایک عمل انگیز بننا، قومی بچت میں اضافہ اور بین الاقوامی قرضوں سے نجات کی پالیسی تیار کرنا۔ بین الاقوامی بینکنگ کی صلاحیت ، متعدد ترسیل کے راستے، لوگوں کے لئے سرمایا کاری کا عمل آسان اور صارفین کے لیے بغیر منافع کے رقم کی واپسی کے لئے کام کرنا۔

=============

۔ سود سے پاک بینکاری نظام ! کیسے ممکن ہو گا؟

"جہاں مرضی وہاں راستہ "۔ موجودہ سودی نظام میں اسلامی بینکنگ کو بدنام کیا جارہا ہے لہٰذا اس بدنامی سے بچنے کے لئے اس کریڈٹ کے نظام کو نقد تجارتی نظام میں تبدیل کر کے اصلی اسلامی بینکنگ کی خدمات پیش کرنی ہو نگی۔اس لئے قرض کی بجائے نقد تجارت کو فروغ دینے کا نام ہی بلاسود اسلامی بینکاری ہے۔

اس وقت پوری دنیا میں سرمایہ دار نے قرض/ادھار ہی کو ذریعہ تجارت بنا دیا ہے اور دوسرا کوئی معاشی نظام لوگوں تک پہنچنے ہی نہیں دیا گیا کیوں کہ اس سے ان کی اجارہ داری ختم ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے۔اور ان کے اس بچھائے ہوئے جال کی وجہ سے پوری

دنیا کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ نظام کے علاوہ کوئی اور نظام ممکن ہی نہیں ہے۔ جبکہ نقد معاشی نظام اس سودی نظام کی نفی بھی کرتا ہے اور اس کے مقابلے میں ہمیں نقد بینکاری کا کامیاب نظام بھی دیتا ہے۔ بس نگاہ سے دیکھنے کے زاویے کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔

جب کوئی فرد اپنی حاجت کو پورا کرنے کے لئے قرض حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ کسی نجی بینک یا کسی مالدار شخص سے رابطہ کرتا ہے۔ یہ کسی بھی شخص کا انسانی غلامی کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں ہے کہ اس کا بندہ اللہ کے سوا کسی دوسرے انسان کے آگے ہاتھ پھیلائے یا شرمندہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان کی غلامی سے بچانے کے لئے نقد معاشی نظام کا حکم دیا ہے جسکی ذمہ داری ادارے یا افراد کی بجائے ریاست کو دی گئی ہے کیونکہ بحیثیت ریاست اس کے اندر وہ خصوصیات اور قانونی اجارہ داری ہوتی جس کا اظہار حکومت کرتی ہے جس میں مندرجہ ذیل صلاحیتیں اور خوبیاں پائی جاتی ہیں جو ایک ادارے یا فرد میں نہیں پائی جاتی ہیں:

1۔ بہترین مثبت سوچ

2۔ موجود ذرائع پر کامل اختیار

3۔ قانون کو نافذ کرنے کی کامل قوت نافذہ

4۔ تاجر کے تحفظ کی کامل صلاحیت

5۔ حصول مقصد (خوشی اور امن وسکون)۔

سب سے اعلی بات یہ کہ ریاست اپنے شہری کی مدد کے لئے ہر وقت موجود رہتی ہے جبکہ ادارہ یا فرد ایسا کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ اس کے لئے حکومت کو موجودہ سود کے نظام کے متبادل کے طور پر نقد تجارتی نظام عوام کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔ اس کی اہمیت اور افادیت لوگوں کو بتائیں اور فیصلہ لوگوں پر ہی چھوڑ دیں جس کا چاہیں انتخاب کر لیں۔ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ لوگ اپنے لئے کبھی غلط فیصلہ نہیں کریں گے۔ اس وقت موجودہ سودی نظام کو چھیڑنے کی بھی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اس کو ختم کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ فی الحال تمام لوگ اسی نظام سے منسلک ہیں اور اس کے عادی بھی ہو چکے ہیں۔ عام لوگ نقد معاشی نظام کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات بھی نہیں رکھتے اور ویسے بھی اس وقت یہ انتہائی نامناسب حکمت عملی ہوگی کہ بیرونی ممالک سے تجارت کو متاثر کیا جائے۔ رفتہ رفتہ جیسے ہی متبادل نقد تجارتی نظام کی افادیت لوگوں کو نظر آنے لگے گی تو پھر ہر کوئی اس سودی نظام کو آسانی سے ترک کر سکے گا۔ میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ نقد معاشی نظام کو مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم بھی ہاتھوں ہاتھ لیں گے کیونکہ سود سے ہر معاشرہ متاثر اور رنجیدہ ہے نقد معاشی نظام عدل و انصاف کی بنیاد پر انسانیت کی خدمت کرتا ہے اور استحصال نہیں ہونے دیتا۔ ملکی و بین الاقوامی سودی معاشی نظام کے خالقین و محافظ اس کی راہ میں خلل ضرور ڈالیں گے لیکن ایک آزاد خود مختار ریاست میں ہر شہری کا بنیادی حق ہے کہ جو نظام ان کی معاشی، معاشرتی اور ثقافتی ضروریات کو پورا کرے وہ اس نظام کا انتخاب کرے اور یہ ریاست کا بنیادی فرض ہے کہ وہ اپنے شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرے۔ زندگی کی ایک تلخ حقیقت یہ بھی ہے کہ اس دنیا میں لوگوں کی اکثریت اپنی کم علمی کی وجہ سے رائج

الوقت نظام کے خلاف کسی نئی تحریک و تجویز کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ہچکچاتی ہے۔

اس وقت پاکستان ہی دنیا میں پہلا ملک ہو گا جو نقد معاشی نظام کو نافذ کر کے دنیا کی رہنمائی کر سکے گا اور اپنی قابلیت کا لوہا منوائے گا۔ ان شاء اللہ اب وقت آ گیا ہے کہ سود پر مبنی معیشت سے نجات حاصل کی جائے اور اس کی جگہ نقد معاشی نظام اپنایا جائے کیونکہ کسی بھی ملکی معیشت میں مارکیٹ یا بازار ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے ذریعے بڑے پیمانے پر عوام کی شرکت و حمایت کو یقینی بنایا جا سکتا ہے اور عوام کی فلاح و بہبود کا خیال بھی رکھا جا سکتا ہے اس طرح مارکیٹ یا بازار سود سے پاک معاشرے کے ضامن بھی ہونگے اس سے مندرجہ ذیل فوائد بھی حاصل ہونگے :

1۔ بے روزگاری کا خاتمہ ہو گا،

2، تجارت میں اضافہ ہو گا،

3۔ حکومت کے اخراجات میں کمی اور مالی ذخائر میں بھی اضافہ ہو گا۔

سود سے پاک سٹیٹ بینک آف پاکستان (آئی ایف ایس بی پی) کو سٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ 1956 کے تحت چلایا جائے گا۔ (ہو سکتا ہے قانون میں کچھ ترامیم کی ضرورت پڑے)۔ جو بینک کو ملک کے مرکزی بینک کی حیثیت سے کام کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ سٹیٹ بینک ایکٹ بینک کو پاکستان کے مالی معاملات کی دیکھ بھال، اور اعتماد

سازی کو منظّم یا درست کرنے اوراس کی شرح نمو کو قومی استحکام اور ملک کے پیداواری وسائل کے بھرپور استعمال کے لئے بہترین قومی مفاد میں فروغ دینے کا حکم دیتا ہے۔

اسٹیٹ بینک آف پاکستان ریگولیشن برائے اسلامی بینک

اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی طرف سے اسلامی بینکاری کے فروغ کے لیے پالیسیاں پاکستان میں اسلامی بینکاری کو فروغ دینے کے لیے اسٹیٹ بینک تین جہتوں پر عمل پیرا ہے۔

ذیل میں حکمت عملی:

(I نجی شعبے میں مکمل اسلامی بینکوں کا قیام؛

(II موجودہ کمرشل بینکوں کے ذریعے اسلامی بینکاری کے لیے ذیلی اداروں کا قیام؛اور

(III موجودہ کمرشل بینکوں میں اسلامی بینکاری کے لیے الگ الگ شاخوں کی اجازت دینا۔

2 .اس حکمت عملی کے حصہ اول کے مطابق، یکم دسمبر 2001 کو، اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے ایک پریس ریلیز کی صورت میں نجی شعبے میں شرعی اصولوں پر مبنی شیڈول اسلامی کمرشل بینکوں کے قیام کے لیے تفصیلی معیار جاری کیا تھا، جو ضمیمہ I-میں دوبارہ پیش کیا گیا ہے۔

3۔ اس حکمت عملی کے پارٹ II- کے حوالے سے، بینکنگ کمپنیز (ترمیمی) آرڈیننس، 2002 کے حوالے سے جو کہ گزٹ آف پاکستان میں مورخہ 4 نومبر 2002 کو

مطلع کیا گیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اب ذیلی میں ایک نئی شق (AA) ڈال دی گئی ہے۔ بینکنگ کمپنیز آرڈیننس کے سیکشن 23 کا سیکشن (1) حسب ذیل ہے:

"(اے) قرآن اور سنت میں بیان کردہ اسلام کے احکام کے مطابق بینکنگ کاروبار کو سختی سے جاری رکھنا"۔

4۔ اس لیے، شیڈولڈ کمرشل بینکوں کو اب اسلامی بینکنگ آپریشنز کے لیے ذیلی ادارے کھولنے کی اجازت ہے۔ اسی مناسبت سے، موجودہ کمرشل بینکوں کے ذریعے اسلامی بینکنگ کے ذیلی اداروں کے قیام کے لیے ایک تفصیلی معیار تیار کیا گیا ہے، جو ضمیمہ II- میں منسلک ہے۔

5۔ اس حکمت عملی کے حصہ III کے لیے، موجودہ کمرشل بینکوں کے ذریعے اسلامی بینکاری کے لیے الگ الگ شاخیں کھولنے، اہلیت کے معیار کی فہرست، لائسنس کے تقاضے اور اس موضوع پر دیگر آپریشنل رہنما خطوط تیار کیے گئے ہیں۔ یہ رہنما خطوط ضمیمہ III میں منسلک ہیں۔

6۔ جو لوگ پرائیویٹ سیکٹر، ذیلی اداروں یا اسلامی بینکاری کے لیے اسٹینڈ اکیلے برانچوں میں شیڈولڈ اسلامی کمرشل بینکوں کے قیام میں دلچسپی رکھتے ہیں، وہ ڈائریکٹر، بینکنگ پالیسی ڈیپارٹمنٹ، اسٹیٹ بینک آف پاکستان، I.I. کو درخواست دے سکتے ہیں۔ چندریگر روڈ، کراچی مذکورہ پالیسیوں کے مطابق۔

===========

۔اسلامی بینکاری، حقیقت یا دھوکہ (مفتی اختر اورکزئی)

دنیا کا معاشی نظام جس بینکنگ نظام کا قیدی ہے اس میں وہ محرکات اپنی حیثیت اور اہمیت رکھتے ہیں جن سے اسلام نے مسلمانوں کو سختی سے منع کیا ہے جس میں سود سب سے اہم ہے اور بینکنگ کی بنیاد ہی سود پر قائم ہے یا یوں کہ بینکنگ کی عمارت ہی سود پر کھڑی ہے تو غلط نہ ہوگا اس اہم رکن کو دیکھتے ہوئے سن اکہتر میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی نے اس ایشو پر اپنی تحقیق کرتے ہوئے پاکستان کے کچھ بینکوں کے اشتراک سے اسلامی بینکنگ کی بنیاد رکھی اور اس سلسلے میں اپنی کوششوں اور کاوشوں کو تیز تر کیا اور بالاخر اسلامی بینکنگ کی بنیاد پاکستان میں رکھ دی گئی۔جو ایک خوش آئند بات تھی مگر اس کے ساتھ ساتھ جو بات ہر انسان کے لئے سوچنے کا باعث بنی وہ اسلامی بینکنگ میں استعمال ہونے والی اصطلاحات تھیں جو صرف اسلامی لیبل کے زیر سایہ اسی سودی بینکاری کو فروغ دیتی دکھائی دے رہی تھیں۔کیونکہ اسلامی بینکنگ میں کوئی جدت نہیں کی گئی تھی بلکہ انہی اصطلاحات کو نقد نام دے کر ہیر پھیر کی گئی تھی جسے اسلام کے پرچم تلے دھوکہ دہی ہی کہا جاسکتا ہے۔مروجہ اسلامی بینکاری کا ابتدائی ڈھانچہ کھڑا کرنے کے لئے چھ اسلامی ستونوں کا سہارہ لیا گیا وہ چھ ستون یہ ہیں۔

(ایک) مضاربہ (دو) مشارکہ (تین) مرابحہ (چار) اجارہ (پانچ) سلم (چھ) استصناع پر قائم کیا گیا مگر ان اہم ارکان کے بارے میں اگر ہم تفصیل میں جائیں گے تو ہمیں ان میں

اور سودی بینکنگ میں استعمال ہونے والی اصطلاحات میں کچھ خاص فرق دکھائی نہیں دے گا۔ خیر یہ ایک الگ بحث ہے جس کا تفصیلی ذکر میں پہلے بھی کر چکا ہوں۔ میں آج جو کہنا چاہتا ہوں وہ توجہ طلب ہے۔ بینک کیا ہے اور اسلامی بینک کیا ہے یہ بھی الگ باب ہیں جن کا ذکر کیا جا چکا ہے ہمارا کہنے کا مقصد تو صرف اتنا ہے کہ اسلامی بینکنگ کا مستقبل کیا ہے؟ کیا اسلامی بینکنگ مسلمان ممالک میں اپنی حیثیت اور اہمیت قائم کر سکے گی؟ یا پھر یہ محض ایک حیلہ ثابت ہو گی۔ اس سلسلے میں اپنی بات کو اس طرح آگے بڑھاؤں گا کہ اسلام میں فرضی باتوں کی گنجائش نہیں اور کاروباری لین دین میں ہر چیز کو کھول کر بیان کرنا یہاں تک کہ اپنی چیز کو فروخت کرتے وقت اس کی خامیوں تک کو بیان کرنے کا حکم ہے جبکہ آج کل ایسا بالکل دکھائی نہیں دیتا ہم تو اپنی چیز کی اچھائیوں میں اس قدر آگے نکل جاتے ہیں کہ جذبات میں ہم سامنے والے کی اچھائیوں کو بھی برائیوں اور خامیوں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ آج اسلامی بینکنگ میں بینک کا ماحول دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی بینکنگ میں اسلام کی باتیں صرف کاغذ کی حد تک ہیں بحیثیت مسلمان ہمارے رول ماڈل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور ان کی سنت ہے آپ ﷺ کی بتائی ہوئی شریعت ہے جبکہ ہمارے سامنے ہم میں موجود کلام الہٰی ہے جس میں ہر چیز واضح موجود ہے۔ مگر افسوس اس وقت ہوتا ہے جب ہم عمل کرتے وقت یہ باتیں فراموش کر دیتے ہیں اور اپنے زیر استعمال کاروباری اور معاشی مسائل کو یہود اور کفار کے بنائے ہوئے طریقہ کار اور اصولوں سے جانچتے ہیں یہی وہ خامی ہے جہاں ہم مار کھا جاتے ہیں اور نا چاہتے ہوئے بھی وہ کام کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جن کا ہمیں اسلام

نے سختی سے منع کیا۔اسلامی بینکنگ میں بھی یہی کچھ ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا کیونکہ اسلامی بینکنگ میں کوئی چیز ایجاد نہیں کی گئی بلکہ وہ ہی چیزیں اپنائی گئی ہیں جو سودی بینکنگ میں کارفرما ہیں صرف نام تبدیل کر دیئے گئے ہیں۔شریعہ ایڈوائزر کے طور پر کچھ لوگوں کو چند گھنٹوں کے لئے بٹھا کر اسلامی بینکنگ میں کسی نہ کسی بنا پر آئے ہوئے مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر پیسہ کما کر اپنی عمارت کھڑی کی جا رہی ہے۔ اور یہی کچھ سودی بینکنگ میں بھی کیا جاتا ہے جب دوسرے کے پیسے سے بینک کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔اسلامی بینکنگ کا وجود بھی مفتی محمد تقی عثمانی کی شخصیت پر کھڑا کیا گیا اور لوگوں نے مولانا محمد تقی عثمانی کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے اسلامی بینکنگ میں سرمایہ کاری کی جس بنا پر بینک کو اپنی عمارت قائم کرنے کا موقع ملا۔آج اگر اسلامی بینک کو دیکھا جائے کہ یہ کس کا کاروبار ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس میں سب شامل ہیں یہ کوئی جواب نہیں اس کے بعد سوال یہ اٹھتا ہے کہ اسلامی بینک کے نام سے یہ کاروبار کیسے شروع کیا کس نے سرمایہ کاری کی اور اس میں کام کرنے والے عملے کے اخراجات اور دیگر اخراجات کیسے ادا کئے جاتے ہیں تو اس کا جواب بھی غیر تسلی بخش ملتا ہے جو ان وسوسوں کو جنم دیتا ہے کہ بینکنگ میں یہودی طرز عمل کو اپنا کر لوگوں کی بچتوں کو یکجاء کرنے کے بعد اس سرمایہ کو کسی ایسے کاروبار میں لگانا جس کی تحقیق بینک کا کلائنٹ نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے علم میں یہ بات ہوتی ہی نہیں اور نہ ہی اسے بتایا جاتا ہے جبکہ اسلام میں ہر چیز کا صاف اور شفاف طور پر پیش کرنے کا کہا گیا ہے۔اب سوال اٹھتا ہے کہ بینک کی بنیاد کس نے رکھی؟ بینک کا امین کون ہے؟اور اگر اس بینک میں کوئی نقصان ہوتا ہے

یا کوئی جرم سر سزرد ہو جاتا ہے تو اس کا فرد جرم کس کے کاندھوں پر ہو گا؟ تو اس بات کا جواب کوئی نہیں دیتا مطلب یہ بلوے کا کیس ہوا جہاں مجرم کسی کو نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ اور اگر یہ سوال کریں کہ منافع کی تقسیم کس انداز میں ہو گی اور کتنا منافع بینک کے کاروباری سال میں ہو اور اس کاروباری سال میں بینک کے اخراجات کہاں سے ادا کئے گئے تو اس کا جواب بھی خفیہ رکھا جاتا ہے بلکہ بتایا ہی نہیں جاتا۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلامی بینکنگ ایسا کاروباری ادارہ ہے جس کا کوئی والی وارث نہیں ہے یہ چند مفروضوں کی بنیاد پر قائم عمارت لوگوں کی بچتوں پر قائم ہے اور بالکل سودی بینکنگ کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔عام تاثر یہ ہے کہ نقد بینکنگ کی عمارت مفتی مولانا محمد تقی عثمانی کے کاندھوں پر قائم ہے جن کے دم سے اسلامی بینکنگ کی رونقیں ہیں اب بات کرتے ہیں مولانا صاحب کی تو آپ ایک انسان ہیں اور ہر انسان کو فنا ہے انتہائی معذرت کے ساتھ اگر مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کسی وجہ سے اس بینکنگ سسٹم سے دور ہو جاتے ہیں یا یہودی لابی کے کسی وار کے نتیجے میں اسلامی بینکنگ سے دور کر دیئے جاتے ہیں یا خدا نخواستہ رضائے الٰہی سے کوچ کر جاتے ہیں تو پھر اس بینکنگ کا وجود کہاں کھڑا ہو گا کیونکہ اس اسلامی بینکنگ کی ذمہ داری کو کوئی بھی قبول کرنے کو تیار نہیں۔یاد رہے کے لوگوں نے صرف مولانا حضرت محمد تقی عثمانی کی شخصیت ان کی سچائی اور آپ کے اصولوں اور فتووں کو دیکھتے ہوئے آپ کی تحریروں کو پڑھنے کے بعد اسلامی بینکنگ پر یقین کیا اور اس میں سرمایہ کاری کی اگر کسی اختلاف کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے مولانا اس بینکنگ کو دیگر علماء کرام کے اسلامی دلائل سننے کے بعد غلط قرار دیتے ہیں تو ان

لوگوں کے گناہ کا سہرہ کس کے سر ہو گا ؟ جنھوں نے اسلامی بینکنگ کے نام سے سودی بینکنگ سر انجام دی اور وہ تا حال اسے اسلامی قرار دے رہے ہیں۔

اب دیکھیں اس سلسلے میں مولانا محمد تقی عثمانی جیسے فقہی عالم نے جس انداز میں بیان کیا وہ یقیناً توجہ طلب ہے اور اسلامی بینکنگ پر سوالیہ نشان ہے جس کی وضاحت کون کرے گا یہ بھی ایک سوال ہے۔ مولانا صاحب اپنی کتاب غیر سودی بینکاری میں کہتے ہیں۔ "غیر سودی بینکاری کا تصور ایک چیز ہے اور اس تصور کو عملاً نافذ کرنے کے لئے جو بینک قائم ہوئے ہیں وہ دوسری چیز ہیں میری تحریریں غیر سودی بینکاری کے نظریاتی پہلو سے متعلق ہیں۔ جن میں یہ بحث کی گئی ہے کہ اس غرض کے لئے کون کون سے طریقے اختیار کرنا اسلامی ہیں ان کی وجہ سے بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا بھر میں جتنے مالیاتی ادارے غیر سودی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں میں نے ان سب کے جواز کا فتویٰ دیا ہے یہ بات درست نہیں۔ایسے حالات میں جب یہ دعویٰ بہت زور شور سے کیا جا رہا ہو کہ سود کے بغیر کسی کامیاب معیشت کا چلنا ممکن نہیں ہے اور بینکوں سے سود کا خاتمہ ناممکن ہے میں نے اپنی تحریروں میں بتایا ہے کہ بینکوں کو کس طرح سود سے پاک کیا جا سکتا ہے اور انہی تحریروں میں وضاحت بھی کی گئی ہے۔ جن کی پابندی عقود و معاملات کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اور جب تک اس پابندی کا اطمینان نہ ہو میں کسی ادارے کے ساتھ معاملات کے جواز کا فتویٰ نہیں دیتا لہٰذا ان تمام اداروں کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی "۔ یہ بات علامہ صاحب نے کہہ کر اپنی جان چھڑائی ہے مگر اس بات پر ایک سوال اٹھتا ہے کہ آیا پاکستان میں جو بینکنگ اسلام کے نام پر ہو رہی ہے اس کی وضاحت

کون کرے گا؟ کیااس بینکنگ پر علماء کرام متفق ہیں کیونکہ اس بات سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ اگرجس نے مفتی محمد تقی عثمانی سے فتویٰ نہیں لیا وہ ادارہ مشکوک ہے اور ایسا ماضی قریب میں ہوا بھی ہے جب ایک کمپنی صرف مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کے ایک بیان کے بعد بند ہوئی ۔ خیر اب آگے عثمانی صاحب اپنی اس کتاب میں وضاحت سے بیان کرتے ہیں کہ جن اداروں کے حالات و معاملات کی مجھے خود یا کسی قابل اعتماد عالم کے ذریعے کافی معلومات ہوتی ہیں ان کے بارے میں تو میں جواز کا فتویٰ دے دیتا ہوں لیکن جن اداروں کی مجھے مکمل معلومات حاصل نہیں ہوتیں ان کے بارے میں ہاں یا نا میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ ان کے شرعی نگرانی کرنے والوں سے رجوع کرنے کے بارے میں کہہ دیتا ہوں اور جس ادارے میں کسی قابل اعتماد عالم کی نگرانی نہیں ہے لوگوں کو اس سے معاملہ کرنے کا نہیں کہتا اور جن بینکوں سے معاملے کو اسلامی سمجھتا ہوں ان کے بارے میں کہہ دیتا ہوں کہ اگر آپ بینک سے تمویل کئے بنا کام چلا سکتے ہو تو یہ زیادہ بہتر ہے اگرچہ آپ تمویل حاصل کرنے کا فیصلہ کر چکے ہو تو سودی بینکوں کے بجائے ان سے رجوع کریں البتہ جن لوگوں کو بہر حال بینکوں سے واسطہ پڑتا ہی ہے ان کے لئے ایک اسلامی راستہ نکالنے کی کوشش کی گئی ہے جو اگراخلاص کے ساتھ جاری رہے اور اسے تعاون حاصل ہو تو اس سے اسلامی معیشت کے اعلیٰ مقاصد کی طرف پیش قدمی بھی ہو سکتی ہے نیز عوام کی اکثریت جو ان بینکوں میں رقمیں رکھوانے پر مجبور ہے اس کے لئے بھی سود سے بچاؤ ممکن ہو جاتا ہے۔

اس بات پر جب بینک کے شرعی ایڈوائزر کو دیکھتے ہیں تو اسے بینک میں صرف دو گھنٹوں کے لئے موجود پایا جاتا ہے اوران دو گھنٹوں میں نے زیادہ تر وقت اس شرعی ایڈوائزر کا گفت و شنید میں ہی گزرتا دکھائی دیتا ہے۔اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا اسلامی بینک کا عملہ اس قابل ہے کہ وہ اسلامی پیچیدگیوں کو سمجھ سکے اور بینک کے لین دین کو عین اسلام کے مطابق چلا سکے۔جب بینک کے عملے پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں ایم بی اے حضرات ہی دکھائی دیتے ہیں جن کا رول ماڈل اسلام کے بجائے سودی بینکاری نظام ہی ہوتا ہے اور وہ اس بینکنگ کی اصلاحات کو ہی اسلامی بینکنگ میں ڈھالنے کے حیلے تلاش کرتے دکھائی دیتے ہیں جیسا کہ مضاربہ و مشارکہ میں دیکھنے میں آتا ہے اب مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں سوال یہ اٹھتا ہے کہ آیا وہ کون سے بینک ہیں جن میں اسلامی اصطلاحات استعمال ہو رہی ہیں جبکہ اسلامی بینکنگ میں جو اصطلاحات استعمال ہو رہی ہیں وہ تو سودی بینکاری میں استعمال ہونے والی اصطلاحوں کے حیلے ہیں جنہیں اسلامی نام دیا گیا ہے۔اس سلسلے میں بس یہ ہی کہا جا سکتا ہے کہ شراب کی بوتل پر اسلامی ٹیگ لگا کر اسے فروخت کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔جو واضح طور پر ایک نا اسلامی اور حرام چیز کو اسلامی لبادہ پہنا کر حلال اور اسلامی بینک کے نام کی پیکنگ میں خوبصورت بنا کر بازار میں رکھا جانے والا وہ بھیانک عذاب ہے جس کا خمیازہ روز قیامت نہ جانے کتنے کاندھوں پر ہو گا۔(مفتی اختر اورکزئی)

۔ موجودہ اسلامی بینکاری۔

اسلامی بینکنگ میں قرضہ لینے کے تمام شرائط و ضوابط تو وہی ہیں جو کسی سودی بینکنگ میں ہیں ۔آپ کو اپنی کمائی (انکم ایسٹی میشن) کروانی ہوتی ہے، جائیداد گروی رکھنی ہوتی ہے، مارک اپ کی جگہ منافع ادا کرنا ہے۔ اور اگر آپ لیٹ ہو جائیں تو جرمانے کی جگہ خیرات ادا کرنی ہوتی ہے۔ جو کہ بینک وصول کر کے کسی رفاہی ادارے کو دے دیتا ہے یا خود کسی رفاہی کام میں لگا دیتا ہے۔ پرافٹ اور چیریٹی کا ریٹ بھی وہی ہوتا ہے جو سودی بینک کے قرضے پر لاگو ہوتا ہے۔ ان دونوں طرز کی بینکنگ میں فرق صرف اتنا ہے کہ کنوینشنل بینک آپ کو رننگ فائنانس یعنی قرض کی رقم دے کر کہتا ہے۔ کہ جاؤ اپنی مرضی سے خریداری کرتے رہو لیکن ہمارا مارک اپ وقت پر ادا کر دیا کرنا۔ بینک کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ آپ کب اور کہاں سے کتنے کی خریداری کرتے ہیں یا سوئے رہتے ہیں۔ لیکن اسلامی بینک چونکہ سود سے بچنا چاہتا ہے لہٰذا وہ رقم دیتے وقت آپ کا ٹرانزیکشن پارٹنر بن جاتا ہے۔ اور جوائینٹ وینچر کرتا ہے جسے رننگ فائنانس کی بجائے مرابحہ کہتے ہیں۔

مرابحہ کیسے کام کرتا ہے؟

اسکے لئے ایک تمثیل دیکھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ اپنے بھائی سے دس ہزار روپے لے کر ایک پرانی موٹر سائیکل خریدیں اور بھائی کو کہیں کہ یہ رہی آپ کے پیسوں سے خریدی ہوئی موٹر سائیکل ہے۔ لیکن آپ کو تو چلانی نہیں لہٰذا آپ مجھے بیچ دیں اور چھ ماہ بعد مجھ سے اپنے پیسے واپس لے لینا۔ بھائی نے آپ کو وہی بائیک تین ماہ کے ادھار پہ بارہ ہزار کی بیچ دی۔ اب آپ نے تین ماہ کے اندر اندر اسے بیچ کر دس ہزار کی بجائے بارہ

ہزار روپے بھائی کو واپس کرنے ہیں باقی آپ کا منافع ہو گا جتنے بھی اوپر کما لیں۔ (لالہ صحرائی)۔

============

۔پاکستان میں مروجہ اسلامی بینکاری نظام کے خلاف "فتویٰ"

دارالعلوم دیوبند ہمارے لیے انتہائی قابلِ احترام ادارہ ہے،اسی طرح مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکات ہم العالیہ بھی محترم و معزز شخصیت ہیں۔تاہم اسلامک بینکنگ کے مسئلہ میں علماء کا جو اختلاف ہے یہ خالصتاً فقہی اور علمی اختلاف ہے جو دلائل پر مبنی ہے،ایسا فقہی اختلاف کسی شخصیت یا کسی ادارے کے احترام کے منافی بھی نہیں اور نہ ہی اس کا ذاتیات سے کوئی تعلق ہے۔صرف جامعہ علوم اسلامی علامیہ بنوری ٹاؤن ہی نہیں بلکہ ملک کے بیشتر علماء کرام متفقہ طور پر اسلام کی طرف منسوب بینکاری کے نظام کو مروجہ سودی نظام کا ہی ایک حصہ قرار دے کر اس کے عدم جواز کا فتویٰ صادر کر چکے ہیں۔مروجہ اسلامی بینکاری کو سودی نظام کا حصہ قرار دینے اور عدم جواز کی بنیادی طور پر دو وجوہات ہیں:

1۔مروجہ اسلامی بینکاری کے لیے جو فقہی بنیادیں جن شرائط کے ساتھ فراہم کی گئی تھیں عملی طور پر مروجہ اسلامی بینکاری کا نظام ان فراہم کردہ بنیادوں پر نہیں چل

رہا۔جس کی وجہ سے روایتی بینکاری اور مروجہ اسلامی بینکاری میں کوئی فرق اور خاص امتیاز نہیں رہا۔

2۔دوسری بنیادی وجہ یہ ہے کہ جو جن فقہی بنیادوں پر مذکورہ نظام کو قائم کیا گیا وہ بنیادیں اوراصطلاحات بھی سقم سے خالی نہیں، کئی فقہی اصطلاحات میں قطع وبرید کی گئی ضعیف اور مرجوح اقوال پر اعتماد وانحصار کیا گیا بغیر ضرورت مذہب غیر کی جانب جانے کو مباح سمجھا گیاوغیرہ۔

اس طرح کی کئی وجوہات کو سامنے رکھتے ہوئے علمائے کرام نے مروجہ اسلامی بینکاری کوروایتی سودی بینکاری کے مقابلے میں مسلمانوں کے حق میں زیادہ نقصان دہ سمجھااس لیے اس کے نااسلامی ہونے اوراس سے بچنے کامکمل اہتمام کرنے کافتویٰ دیا۔

فتوی نمبر: 143609200043

دارالافتاء : جامعہ علوم اسلامی علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

============

۔سود سے پاک معاشی نظام کے تحت ملک میں معاشی ترقی کیسے ممکن ہو گی؟

1۔نئے کھاتے داروں کااندراج۔

2 ۔بینک کی عملی کارکردگی کی صلاحیت میں اضافہ۔

جب ریاست کے تمام ماحصل ریاستی بینک میں ہمہ وقت موجود ہوں گے۔ اس کی وجہ سے کاروباری قرضہ دینا آسان ہو گا اس وقت ملک میں کم و بیش سرکاری و غیر سرکاری 33 بینک اور 6213 برانچیں موجود ہیں۔ جن کی عملی کارکردگی کی صلاحیت میں مزید اضافہ کر کے ملکی خزانے پر بوجھ ڈالے بغیر موجودہ بینکاری نظام سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ اس وقت ملک کی آبادی تقریبا 212 ملین ہے۔ جس میں ٪ 60 ، 25 سال سے کم عمر نوجوان طبقہ پر مبنی ہے۔ ان 60 ٪ نوجوانوں کو ان بینکوں میں کھاتے کھلوانے کے لئے ترغیب و سہولت فراہم کرنا ہو گی۔ اس سے ملکی معیشت میں مذید 127 ملین نئے کھاتے دار شامل ہونگے۔ اگر ایک کھاتے دار 100 ڈالر کا کھاتا کھولتا ہے۔ تو اس سے 12,72 بلین ڈالر سے زیادہ سرمایا ریاست کے پاس جمع ہو جائے گا۔ یہ وہ پیسہ ہے جو کوئی کھاتے دار بینک سے نہیں نکلوائے گا۔ اب اسی پیسہ کو نوجوان تاجر کے ذریعے دوبارہ کاروبار میں لگا دیں۔ جس سے ان کی حوصلہ افزائی ہو گی۔ وہ تاجر نفع میں سے ٪ 40 ریاست کی خدمات و اخراجات کی مد میں ریاست کو دے گا۔ (چونکہ ریاست خود کاروبار نہیں کرتی بلکہ کاروبار کے لئے پیسہ کی فراہمی بغیر کسی معاشی شرط و منافع کے، پرامن ماحول جس میں جان ومال، تجارت اور آبرو کا تحفظ شامل ہے مہیا کرنے کی ضمانت اور خدمات پیش کرتی ہے) اور ٪60 کاروباری نوجوان تاجر کا منافع ہو گا جو وہ اپنی صلاحیت، محنت اور وقت لگانے کے عوض کمائے گا۔ اگر مارکیٹ میں موجودہ کاروباری حضرات ریاست سے قرض لینے کی بجائے 100 ٪ اپنا ذاتی پیسہ پاکستان میں کاروبار میں

لگاتے ہیں جو ریاست کو مستحکم کرنے کا باعث ہوں گے۔ وہ ریاست کے سب سے زیادہ قابل اعتماد، قابل احترام اور اہم ترین شہری متصور ہوں گے اور خصوصی مراعات کے مستحق ہوں گے۔

اس طرح ملک میں سے، سود کی لعنت سے چھٹکارا مل جائے گا اور ملک ترقی کی راہ پر آسانی سے گامزن بھی ہو جائے گا۔ دوستو! اسے کہتے ہیں اسلامی معاشی نظام۔ اس طرح ذاتی قرض حسنہ، مضاربت/ مشارکت اور مزارعات جس کی اجازت ہمارا دین دیتا ہے۔ اس طرح یقینی طور پر مگر آہستہ آہستہ ملک میں سود سے پاک معاشرہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ تب ریاستی اداروں پر حکومتی اجارہ داری قائم اور مستحکم ہو گی۔ جس سے بے روزگاری کا خاتمہ، انسانوں کے استحصال کا خاتمہ اور بلا سود معیشت کے پہیہ میں حرکت شروع ہو جائے گی۔ یہ ہے وہ راستہ جو دنیا میں امن، خوشحالی کی ضمانت بنے گا، اور ایک نئے خوش حال دور کا آغاز ہو گا اور ہم پاکستان میں ایک نئے سود سے پاک معاشرے کو قائم کر کے دنیا میں ایک رول ماڈل ریاست کے طور پر دوسرے مسلم ممالک کی رہنمائی بھی کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

نئے کھاتے داروں سے ملکی خزانے میں اضافہ بغیر حکومتی خرچہ کے

Revenue to State Bank Of Pakistan without spending			
Description	DATA	Opening Amount $	Total Deposit Amount
Pakistan population	212,000,000.00		
New Account Holder to system	127,200,000.00	100.00	12,720,000,000.00
No of Existing Banks	33.00		
No of new Accounts in Banks	3,854,545.45		
No of Existing Branches	3692.00		
No of new account per branch	1,044.03	100.00	104,402.64

===========

۔معیشت کیسے کام کرے گی، اس کے اہم سنگ میل وستون؟

"حق ملکیت ایک اکسیر ہے جو تانبے کو سونا بنا دیتا ہے" علامہ محمد اقبالؒ (علم الاقتصاد)۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح دین اسلام کے زریعہ عقائد، عبادات میں انسانیت کی رہنمائی فرمائی، اسی طرح معاشی و معاشرتی زندگی، اور سیاسی زندگی کس طرح سے گزارنی چاہیے ، روزمرہ معاملات کیسے طے کرنے چاہیئے اس میں بھی انسانیت کی مکمل رہنمائی فرمائی ہے۔ترجمہ: دنیوی زندگی میں ہم نے لوگوں کی معیشت ان کے درمیان تقسیم کر دی ہے اور اس کو اس طرح کر دیا کہ بعض کو دوسرے بعض پر درجہ معیشت میں بلندی حاصل ہے: (الذخرف 43/32)۔ترجمہ "اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں فراخی دیتاہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگی ڈالتا ہے" (الرعد 26/13)۔ترجمہ "وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنایا اور بعض کو بعض پر مرتبے دیئے

تا کہ جو کچھ تمہیں دیا جائے اس میں تمہیں آزمائے" (الانعام 165/6)۔ اگر اللہ تعالی اپنے بندوں کی روزی فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں فساد برپا کر دیتے لیکن وہ اندازے کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے وہ اپنے بندوں سے پورا خبر دار ہے اور خوب دیکھنے والا ہے۔ (الشوری 27/42)

حقوق العباد کی اہمیت: جس میں باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رزق کی تقسیم میں حکمت اور جو ایک خاص قسم کی آزمائش پر مبنی ہے، ایک طرف کسی کو صاحب ثروت بنا کر اس سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی دولت کو تنہا اپنی ملکیت نہ سمجھے بلکہ انفرادیت کے باوجود یہ یقین رکھے کہ وہ جس قدر زیادہ کمائے گا۔ اسی قدر اس کی دولت پر اجتماعی حقوق زیادہ عائد ہوں گے اس کے رزق میں برکت/اضافہ صرف اس کے اپنے لئے ہی نہیں ہوتا بلکہ جماعت کے دوسرے افراد جو اس کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں ان کا حصہ بھی شامل ہوتا ہے، وہ اپنے پلے سے کسی کو کچھ نہیں دیتا یہ اللہ تعالیٰ کی ترتیب ہے۔ اگر ہم اپنی معیشت عدل و انصاف کی بنیاد پر استوار کریں تو پوری انسانیت کو خط غربت سے اوپر اٹھایا جا سکتا ہے۔ جنگ کی بجائے معیشت کی درستی سے دنیا انسانیت کے لئے امن و سکون اور جنت کا گھوارہ بن سکتی ہے۔ اگر کوئی معاشرہ اپنی معیشت کو عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق چلانا چاہتا ہو تو اسے سود میں لپٹے ہوئے اس زہر قاتل کو جڑ سے اکھاڑنا ہو گا۔ کیونکہ کسی بھی انسان کا ذاتی کردار (اچھا یا برا) اس کی اپنی ذاتی تجارت پر اثرانداز (فائدہ و نقصان) ہو سکتا ہے اجتماعی معیشت پر نہیں باشرطیکہ بازار میں ریاستی

قوانین کا اطلاق بلا تفریق اور سخت ہو اور اس قانون میں کوئی ایسا سقم باقی نہ ہو کہ جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی شخص استثنیٰ حاصل کر سکے۔

۔مارکیٹ یا بازار معیشت میں ریڑھ کی ہڈی:

ساتویں صدی کی ریاستِ مدینہ کے معاشی نظام کا یہ اعزاز ہے کہ اس نے تجارت اور تاجر کو عزّت واحترام کی نگاہ سے دیکھا۔ تجارت کو ایک معزز پیشہ بنایا اور تاجر کو معاشرے کا معزز ترین فرد قرار دیا۔ اس سلسلے میں حضرت محمد ﷺ کی بہت سی احادیث ملتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مارکیٹ (غلہ منڈی) حرم کی مانند ہے. یعنی مسلمان کی زندگی میں مارکیٹ مسجد کی طرح اہم اور پاک ہے۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ بازار (مارکیٹ) شیطان سے مقابلے کی جگہ ہے، یعنی زیادہ منافع کی ہوس سے بچا جاسکے۔ سچے تاجر کے رُتبے کے بارے میں فرمانِ رسولؐ نے گویا نجات کا راستہ دکھا دیا۔ آپؐ ﷺ نے فرمایا کہ سچے تاجر کا رُتبہ شہدا اور صالحین کے بعد ہے۔ بڑی غور طلب بات ہے کہ ایسا فرمان، طبیب یا کسی اور پیشے کے بارے میں نہیں ہے۔ اس حدیث میں پیغمبرانہ بصیرت اور دُور رس پیغام اور دعوت پوشیدہ ہے۔ کسی بھی ریاست میں وہ مخصوص کاروباری جگہ و مقام مارکیٹ یا بازار کہلائے گا، جہاں قانونی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کاشتکار اپنا مال فروخت کے لئے پیش کرتا ہے، اور خریدار اپنی ضرورت اور قوت خرید کے مطابق مال کو خریدتے ہیں۔

اسی جگہ یعنی مارکیٹ میں الحسبہ (ریاستی ادارہ) قائم کیا جائے جو کہ خریدار اور فروخت کنندہ کے مابین ہونے والے اصل کاروباری معاہدہ پر مہرِ تصدیق ثبت کرے گا اور سو 100 روپے ریاستی اخراجات کی مد میں وصول کرئے گا اور اس طرح بازار میں ہونے

والے کاروباری معاہدوں اور اس پر درج ذیل شرح سے لیے جانے والے (ریاستی انتظامی فیس) کا روزانہ کی بنیاد پر اندراج کریں گے۔اس طرح ریاست کے پاس روزانہ کی بنیاد پر درست اعداد وشمار کا اندراج ہوتا رہے گا۔

ریاستی فیس: ہر تصدیق شدہ معاہدے پر 5000 ہزار روپے سے 5 لاکھ روپے تک کاروبار پر = 250 سے 25،500 روپے تک,

6 لاکھ سے 49 لاکھ روپے تک کاروبار پر 30,750 سے 2،45750 روپے تک، 50 لاکھ سے 99 لاکھ روپے تک کاروبار پر 2,51,500 سے 4،96500 روپے تک، 1 کروڑ روپے سے 49 کروڑ روپے تک کاروبار پر 5،30000 روپے، 50 کروڑ دوپے سے 1 ارب روپے تک کاروبار پر = 25 لاکھ روپے بطور فیس ہر دو طرفہ معاہدے پر الحسبہ ادارے میں جمع کرا کر رسید حاصل کرے گا۔ (خریدار اور فروخت کنندہ سے طے شدہ آمدنی کی فیس وصولی کے بعد تاجروں کو رسید مہیا کی جائے گی۔ یہ رسید دکھانے پر تاجر کے اس معاہدے پر دوسرا کوئی اور ٹیکس نہیں لگے گا) ملک کے ہر شہر میں غلہ منڈیاں قائم ہوں گی اور وہاں یہ ادارہ موجود ہو گا۔

مثال کے طور پر ایک شہر کی آبادی پچاس ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ اس میں بارہ ہزار پانچ سو افراد کاروبار کرتے ہیں جو کہ آبادی کا 25٪ بنتا ہے۔ جس میں ہر روز 12،500 کاروباری معاہدے ہوتے ہیں۔ اگر صرف ایک معاہدہ 5000 روپے کا ہو جس سے ملک کو بشمول حکومتی اخراجات روزانہ کم از کم 59 بلین کی آمدن ہو گی۔ 128 بلین روپے ماہانہ اور 1546 بلین سالانہ، صرف ایک شہر سے۔ ملک میں پانچ سال کی بجائے تین سالہ منصوبے بنائے جائیں تاکہ چھوٹے منصوبے تھوڑے اور بروقت مکمل کئے جا سکیں اور کاروبار میں بھی تیزی برقرار رہے۔

nvestment incentive Periority Char		Sample Calculation of single Market @ Minimum					A city with 50K Population	Business /Day	Business/Month	Business/Year
Description	Trade Pak Rupee @ Minimum	Trade Pak Rupee @ Maximum	Al-Hasba Admin Fee	Fixed Tax %	Contract Value+ % + Admin Cost @ Minimum	Contract Value+ % + Admin Cost @ Maximum	No of Traders @ 25%			
Small Business Man Grd-5	5,000.00	500,000.00	500	0	5,500.00	500500.00	12,500.00	68,750,000.00	148,958,333.33	1,787,500,000.00
Intermidiate Business Man Grd-4	600,000.00	4,900,000.00	750	5	630,750.00	5145750.00	3,125.00	1,971,093,750.00	4,270,703,125.00	51,248,437,500.00
Medium Business Man Grd-3	5,000,000.00	9,900,000.00	1500	5	5,251,500.00	10396500.00	781.25	4,102,734,375.00	8,889,257,812.50	106,671,093,750.00
Business Man Grd-2	10,000,000.00	490,000,000.00	3000	5	10,503,000.00	514503000.00	195.31	2,051,367,187.50	4,444,628,906.25	53,335,546,875.00
Super Business Man Grd-1	1,000,000,000.00	1,500,000,000.00	5000	5	1,050,005,000.00	1575005000.00	48.83	51,269,775,390.63	111,084,513,346.35	1,333,014,160,156.25
								59,463,720,703.13	128,838,061,523.44	1,546,056,738,281.25
								6,256,250,000.00	13,555,208,333.33	162,662,500,000.00

مارکیٹ کا طائرانہ جائزہ

=======

۔ ریاستی قانون کی اہمیت:

ریاست کا کام ہے کہ جو بھی ریاستی اجناس (گندم، کپاس، چاول اور شکر وغیرہ) پیدا ہوں کاشتکاروں سے اجناس خرید کر گوداموں میں رکھے اور بوقت ضرورت منڈی میں اتار وچڑھاؤ اور قیمت پر قابو رکھنے کے لئے طلب ورسد میں توازن برقرار رکھ سکے تاکہ

مصنوعی قلّت پیدا کرنے اور مہنگائی کی وجہ بننے والے مفاد پرست عناصر کی سر کوبی کی جا سکے۔ ریاستی قانون کا حقیقی اور درست نفاذ معاشی و معاشرتی اخلاقیات کو بگڑنے نہیں دیتا اس کے لئے ریاستی قوانین کو اخلاقی اصولوں کی بنیاد پر وضع کیا جانا چاہیئے جس کا نفاذ ریاست کا استحقاق اور فرض ہوتا ہے اور ہر شہری اور تاجر کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ ان قوانین کی پابندی کریں۔ دوسری صورت جزا و سزا کا اطلاق یقینی بنانا ریاست کی اولین ذمہ داری ہے اور اس زمرے میں کسی کو استثنیٰ حاصل نہیں ہونا چاہیے ۔ موجودہ سرمایادارانہ نظام کے خالقین نے اکثر حکومتوں (جو ان کے اپنے خریدے ہوئے نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہیں) کے زریعے یہ ذمہ داری نجی شعبوں میں اپنے چند مفاد پرست (ڈیلروں یا آڑھتیوں) کے حوالے کر کے ریاست کو اور نظام کو مفلوج و گروی کر کے عدم استحکام کی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں اور ہمیشہ یہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے نمائندوں کے زریعے دنیا پر حکمرانی کرتے ہیں حکومت اور عوام کو مہنگائی کا شکار کر کے دونوں کو معاشی پریشانی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔اسی لئے آج تک کوئی حکومت نہ تو ملک کو قرضوں سے نجات دلا سکی ہے اور نہ ہی بجلی و گیس کی کمی پوری کر سکی ہے مارکیٹ پر موثر حکومتی کنڑول نہ ہونے کی وجہ سے ذخیرہ اندوز عناصر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے حکومت کو عدم استحکام کا شکار، عوام کو مہنگائی کی چکی میں پیسنا اور اپنی تجوریاں بھرنا شامل ہے۔اہل شعور کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ کون لوگ ملک میں مصنوعی قلّت پیدا کرتے ہیں ایک زرعی ملک ہونے کے ناتے ہر سال زرعی اجناس برآمد کرنے کے بجائے درآمد کیوں کرتے ہیں؟ان کی وجہ سے غریب عوام اشیا

ئے خور و نوش کے لئے لمبی لمبی قطاروں میں خوار ہو رہی ہوتی ہے۔ عوام کی سہولت کے لئے آٹا، دال، چاول، گھی و چینی وغیرہ کی وافر دستیابی اور قیمتوں پر اچھی حکمرانی اور کنٹرول ناگزیر ہے۔

بازار کے پانچ اہم ستون:

میری نظر میں کسی بھی معیشت یا کاروبار کو چلانے کے پانچ اہم اصول و ستون ہوتے ہیں۔

(1) ریاستی قانون کی رٹ

(2) زرعی اجناس پیدا کرنے والا کاشتکار

(3) خرید وفروخت کرنے والا تاجر

(4) زر کی مروجہ قانونی شکل۔

(5) اجناس (گندم، کپاس، چاول و شکر وغیرہ) وہ جنس جس کی خرید وفروخت قیمتاً مقصود ہو"۔

(1) ریاستی قانون کی اجارہ داری: بازار ریاستی قانون کے تحت چلتے ہیں کوئی کاروبار اس سے باہر نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی کسی کو استثنیٰ حاصل ہے۔ امن و امان قائم رکھنا تاجر کے کاروبار، جان، مال و آبرو کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

(2) اشیا زرعی اجناس پیدا کرنے والا کاشتکار فروخت کنندہ: وہ شخص ہے جو اجناس پیدا کرتا ہے اور اپنی ضرورت کے مطابق مال منڈی میں لاتا اور فروخت کرتا ہے۔

(3) تاجر (خریدار): وہ شخص ہے جو اجناس پیدا نہیں کرتا صرف اپنی ضرورت کے مطابق مروجہ زر سے اجناس منڈی سے خریدتا ہے۔

(4)اجناس (گندم، کپاس، چاول وشکر وغیرہ) کی جس کی خرید وفروخت قانوناً نقد اور قیمتاً مقصود ہو"

(5) روپیہ کی مروجہ قانونی شکل جس میں درج ذیل خصوصیات ہوں:

زر نقد کی ماہیت اور اس کی قدر:

1۔ذاتی قدر رکھتی ہو۔

2۔آسانی سے منتقل ہو سکتی ہو۔

3۔پرانی ہو جانے سے اس کی قدر میں تغیر نہ آ سکتا ہو۔

4۔ چھوٹے چھوٹے حصوں میں منقسم ہو سکتی ہو۔

5۔ تھوڑی مقدار میں قدر زیادہ رکھتی ہو۔

6۔اس کی قدر بالعموم یکساں رہتی ہو۔

7۔اس کا کھرا کھوٹا ہونا جلدی پرکھا جا سکتا ہو۔

8۔اس کے سکے آسانی سے بن سکتے ہوں۔

ایک عام آدمی کو کسی بھی کام یا حاجت کو پورا کرنے کے لئے قانونی روپیہ یا ایسی قوت درکار ہوتی ہے جس کے عوض وہ اپنی مطلوبہ مال، شے یا ضرورت پوری کر سکے۔ پہلے زمانہ میں مال کے بدلے مال کے تبادلے کے ذریعے ایک دوسرے کی حاجت پوری ہو جاتی تھی۔ موجودہ زمانے میں حاجت پوری کرنے کے لئے روپیہ (زر) ایک اکائی (جس کی اپنی قدر ہوتی ہے) کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جو سب کے لئے قابل قبول ہے۔
محمد اقبالؒ (علم الا قتصاد)

==============

۔ قیمت کو کس طرح قابو میں رکھا جا سکتا ہے؟

ڈیلر، زخیرہ اندوز، موقع پرست سرمایا دار:

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ قیمت کا تعلق طلب اور رسد سے طے کیا جاتا ہے۔ علمی طور پر درست ہے مگر موجودہ سودی نظام میں عملی طور پر ایسا نہیں ہوتا۔ قیمت کا بہت گہرا تعلق اس شخص سے ہے جو اجناس پیدا کرتا ہے اور نہ ہی ضرورت کے مطابق اجناس غلہ منڈی میں لاتا اور نہ ہی فروخت کرتا ہے۔ بلکہ یہ وہ شخص ہے جو صرف ذخیرہ اندوزی کرتا ہے ایک طرف کاشتکار کا استحصال اس کی محنت (مال رسد اجناس) یہ کہہ کر کم پیسے میں خریدتا ہے کہ مارکیٹ میں اس جنس کی طلب کم ہے مگر اپنے گودام بھرے رکھتا ہے۔

دوسری جانب منڈی میں خوف پھیلاتا ہے اور خریدار سے کہتا ہے مارکیٹ میں اجناس موجود نہیں اور مستقبل قریب میں بھی قلّت رہے گی۔ لیکن اگر تمھیں چاہئے تو تھوڑی قیمت زیادہ ادا کرنا ہو گی وہ اپنے سرمائے کی بدولت مال رسد (اجناس) کو جمع رکھتا ہے اور موقع کی مناسبت اور مرضی سے مال رسد (اجناس) غلہ منڈی میں لاتا اور اپنی قیمت پر فروخت کرتا ہے اور اس طرح مصنوعی قلّت پیدا کرتا ہے قیمت پر اپنی گرفت رکھتا ہے۔ یہ تاجر نہیں بلکہ ہندو بنیا جیسی وہ گندی سوچ ہے جو مہذب معاشرے کا ناسور ہے جس کی وجہ سے ملک اور مارکیٹ میں ہمیشہ زلزلہ آیا رہتا ہے۔ یہ ہے سرمایادار کی چال جس سے وہ ایک تیر سے دو نہیں کئی شکار کرتا ہے۔ سرمایادار ڈیلر، ذخیرہ اندوز، موقع پرست کے ذریعہ ایک طرف رسد اور طلب کو قابو رکھتا ہے تو دوسری طرف کمزور بدعنوان حکومت کو اپاہج اور عوام کو بے بس ، بدحال اور ایک دوسرے کا دشمن بنائے رکھتا ہے۔ لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ معیشت کے کنویں کو صاف کرنے کے لئے صرف پانی ہی نہیں بلکہ " مردار کتے" کو نکالنا بھی ضروری ہے اور اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو پھر انسانیت کی فلاح و بہبود کے دعوے عبث ہیں۔

= = = = = = = = = = = = =

پاکستان کی معیشت کی بدحالی کی وجوہات !

1۔ تعلیم و تربیت کا فقدان

2۔ موجودہ سودی معاشی نظام (مسلمان اللہ سے براہ راست لڑائی کا متحمل نہیں ہو سکتا)

3۔ موجودہ جمہوری پارلیمانی نظام

4۔اقرباپروری

5۔ذخیرہ اندوزی

6۔خیانت وچوری

7 -عدلیہ کی کرپشن اور عدلیہ کا غیر فعال ہونا

ہہہہہہہہہہہہ

-سوچ سے چلنے والا خودکار نظام

إنماالاعمال بالنیات: مفہوم: انسان کے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔(بخاری)

انسانوں کے معاشی مسائل کا حل کیا ہے اعمال ارادوں کی عکاسی کرتے ہیں:

مجھے یقین ہے کہ ہمیں پہیے کو دوبارہ ایجاد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ہمیں اپنے موجودہ معاشی نظام پر روزمرہ کی ضروریات کے مطابق حالات کی تازہ ترین تبدیلیوں کے مطابق نظر ثانی کرنی چاہیے اور اس میں ترمیم کرنے کے امکان پر تنقیدی نگاہ ڈالنی چاہیے۔ موجودہ معاشی نظام نئی تبدیلیوں/ضروریات کو پورا کرنے میں ناکام رہا ہے اور جو کہ تباہ ہونے والا ہے۔

پھر بنی نوع انسان کی جغرافیائی سیاسی اقتصادی خرابیوں کا حل کیا اور کہاں ہے؟ یہ مسئلہ ہمارے مذہبی اور سیکولر معاشی ماہرین کو مل کر حل کرنا چاہیے تھا۔ لیکن وہ بڑے سر اور

چھوٹے دماغ اپنی ذہنی پسماندگی تعصب کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکے؟ کسی حکیم نے ان کے بارے میں کہا کہ بیمار ہوئے جس کے سبب وہ اسی ڈاکٹر کے لونڈے سے دوا لینے گئے۔

یہاں تک کہ مسلمان بھی اپنی جغرافیائی، سیاسی و اقتصادی نجات کے لیے مغربی معاشی نظام کی طرف دیکھتے ہیں۔ وہ اس قدر متاثر اور وہم میں مبتلا ہیں اور آج وہ مغربی معاشی نظام کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ متبادل نظام کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ مسلمان اپنی تاریخ، سیاست، معیشت اور ثقافت سے بہت زیادہ لاتعلق ہو چکے ہیں اور بظاہر یہ لاتعلّقی یقین کی کمی، علم کی کمی اور بھوک کے خوف کی وجہ سے ہے جس نے انہیں کمزور کر دیا اور مجبور کر دیا کہ وہ کوئی متبادل جیو پولیٹیکل اقتصادی نظام نہ آزمائیں۔

رومی نے کہا، "قدرت نے تمہیں اڑنے کے لیے پنکھ دیے ہیں تم زمین پر کیوں رینگ رہے ہو"۔ فطرت نے انسانی مسائل کے حل کے لئے ایک باقاعدہ نظام پیش کرتی ہے۔ وہ دلیل اور منطق پر مبنیٰ نظام ہے "تمام اعمال ارادوں کی عکاسی کرتے ہیں"۔ اگر نیت صاف اور مثبت ہو تو عمل اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ قدرت مزید رہنمائی کرتی ہے کہ ایک عام آدمی کو کیسے زندگی جینا چاہیے؟

یہ مسلمانوں کی بنیادی ذمہ داری ہے کیونکہ ان کے پاس فطرت کا یہ منطقی نظام موجود ہے۔ انہیں صرف اسے مغرب سے متعارف کرانے کی ضرورت ہے تاکہ اسے سمجھ سکیں اور اسے ایک سوچ سے عمل میں تبدیل کر سکیں۔ پوری دنیا میں ہر کام ایک منفرد

نظام کے تحت انجام پاتا ہے۔آیئے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ منطقی نظام کیسے کام کرتا ہے۔ میری رائے میں کوئی بھی منطقی نظام جامد یا بے حرکت چیز نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر! یہ بالکل واضح ہے جیسے ایک ہمیشہ بہنے والا دریا اپنی حرکت جاری رکھے گا اس کے بہاؤ میں کوئی بھی رکاوٹ تباہ کن ثابت ہو گی۔اسی طرح ہر فرد کے اندر کثیر کاموں کو انجام دینے کے لیے فطری قوت اور منطقی نظام پاتے جاتے ہیں جو ہر ایک سوچ کے ساتھ اپنی شکل بدل سکتے ہیں یا اگر آپ اسے دوسرے طریقے سے دیکھیں تو یہ انسان کی خصوصیات کو ماپنے کا ایک آلہ بھی ہے۔

کوئی بھی منصوبہ منطقی اور تنقیدی تجزیاتی تشخیص اور نظام کے اطلاق کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔اس کے لیے پہلے مطلوبہ اغراض و مقاصد کا تعین کرنا ہو گا، پھر طریقہ کار طے کرنا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ افراد اس پر بہت کم توجہ دیں لیکن منطقی نظام قوموں کی زندگی میں معجزے دکھاتا ہے۔ ہر فرد، ہر معاشرہ، ہر قوم اور ہر ملک ہر کام کسی نہ کسی نظام کے ذریعے کرتا ہے اگر یہ نظام منطقی نہ ہو تو مثبت اور مطلوبہ نتائج کبھی حاصل نہیں ہوتے۔ اس منطقی نظام کی سیڑھی کس طرح قوم کی کامیابی اور تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے یہ مندرجہ ذیل پانچ اہم اجزاء پر مشتمل ہے:

1. زبردست مثبت سوچ۔
2. دستیاب وسائل پر مکمل کنڑول۔
3. قانون نافذ کرنے والی طاقت۔
4. علم اور مثبت کرنے کی صلاحیت۔

5. ہدف کا مقصد۔ (خوشحالی، خوشی اور امن)۔

1 . زبردست، مثبت سوچ اور ایک خواب:

زندگی میں کوئی ایسی کامیابی نہیں ہوگی جو خوبصورت خوابوں، مستقبل کے منصوبوں، عزم اور مثبت سوچ کے بغیر حاصل کی جاسکے۔ عظیم، مثبت سوچ اور خواب کے بغیر کسی بھی قسم کے پروجیکٹ کو ڈیزائن اور تیار کرنا ناممکن ہے۔ اس کے چند اہم ترین اجزاء ہیں جیسے ایک قابل عمل منصوبہ، مالیات، قابل افرادی قوت، اور سب سے بڑھ کر سب کی فلاح و بہبود کا مقصد۔

2 . دستیاب وسائل پر مکمل کنٹرول:

اگرچہ آپ کے پاس مندرجہ بالا تمام اہم اجزاء دستیاب ہیں اور آپ کو نامکمل اختیار کے ساتھ منصوبے کی تکمیل کی ذمہ داری سونپ دی جائے تو اس سے مقصد بالکل بھی پورا نہیں ہوگا۔ اگر آپ پورے اختیار اور ذمہ داری کے ساتھ اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے اور اس پر عمل درآمد نہیں کرسکتے تو یہ آپ کی ذاتی نااہلی ہے اور اپنے پاس مکمل منصوبہ اور مواد رکھنے کا قطعاً کوئی فائدہ نہیں۔ ایسے خشک ماحول میں بھی عظیم مثبت سوچ صرف خواب میں ہی رہے گی۔

3 . قانون نافذ کرنے والی طاقت:

آئیٹمز 1 اور 2، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، دو بڑے اجزاء ہونے کے باوجود اس کے پاس قانونی قوت یا ریاستی قانون کے تحت اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا راستہ نہیں

ہے۔اس طرح وہ ہدف حاصل کرنے میں قطعی طور پر ناکام رہے گا۔ایسے خشک ماحول میں بڑی مثبت سوچ بھی خواب میں کیسے بسے گی۔

4. علم اور مثبت کام کرنے کی صلاحیت:

اگرچہ کسی منصوبے کی تکمیل کے لئے منصوبہ کے بارے میں گہرا منطقی اور ترتیب وار علم ہونا ناگزیر ہے، نیز کام کرنے کا تجربہ بہتر کارکردگی کے امکان کو بڑھادے گا۔جو کسی بھی منصوبے کی کامیابی کی بنیادی شرط ہے۔ہنر مند انتظامیہ اس منصوبے کو کامیابی کے ساتھ انجام دینے کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرے گی۔

5. کامیابی کا مقصد۔(خوشحالی، خوشی اور امن)۔

کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے اس کی منصوبہ بندی کا اہتمام مقصد، افادیت، وسائل اور ذرائع کو زیر بحث لانے کے بعد اس کی تعمیر کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔اگر کوئی منصوبہ زندگی کی بنیادی ضروریات پر بنایا گیا ہے اور اگر کاغذ کے ٹکڑے پر کام کر رہا ہے تو یقین رکھیں کہ یہ زمین پر بہت بہتر اور آسانی سے دوڑے گا۔کسی بھی منصوبے میں داخل ہونے سے پہلے اس کا اچھی طرح سے جائزہ لینا ہوگا، مناسب طریقے سے مطالعہ کرنا ہوگا کہ مقاصد کے مطابق ڈیزائن کیا گیا ہے یا نہیں۔ عمل درآمد کا منصوبہ چار مرحلہ وار ترتیب کے تحت ہے یا نہیں جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔ بصورت دیگر منصوبہ کے زیادہ سے زیادہ مطلوبہ نتائج اور منافع حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

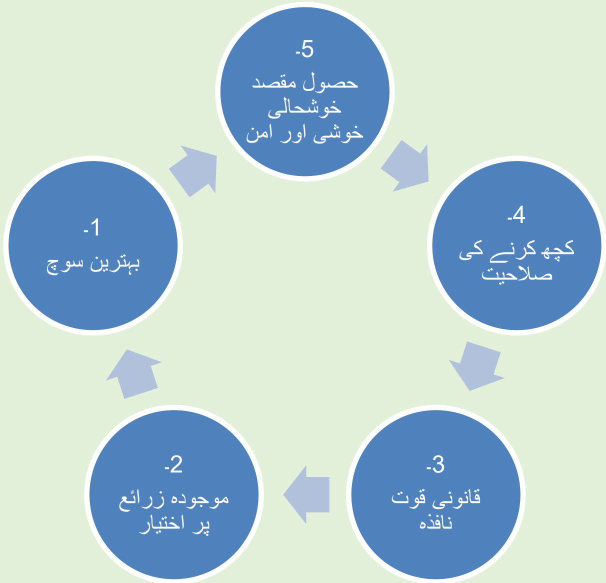
5-
حصول مقصد
خوشحالی
خوشی اور امن
4-
کچھ کرنے کی
صلاحیت
3-
قانونی قوت
نافذہ
2-
موجودہ زرائع
پر اختیار
1-
بہترین سوچ

(الصّلوۃ یعنی ادارے ، اور زکوۃ کا نظام "صلی" یعنی نماز کا نظام)

الصّلوۃ زکوۃ اور نماز کے باہمی تعلق کو سمجھنے کی اشد ضرورت ہے جس کو ترکی کے ایک عالم (رجب اصفہانی) نے بہت آسان اور خوبصورتی پیش کیا ہے اس کو ہو بہو درج ذیل ہے:

"الصّلوۃ کے معنی: بظاہر یہ ممکن ہے کہ لفظ (الصّلوۃٌ) ایک ساخت کے طور پر ص ل ی (صلی) اور ص ل و [الصّلوۃ] کی جڑوں سے ماخوذ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ گرامر کے اصولوں کے مطابق دونوں جڑوں سے اخذ کیا گیا ہو۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ص لی [صلی] اور ص ل و [الصّلو] کے دونوں الفاظ "ناقص" ہیں کیونکہ ان کے آخری حرف "حرفِ الّت" ہیں۔ غائب ہو سکتا ہے یا کسی دوسرے حرف میں تبدیل ہو سکتا ہے] اور جب کوئی لفظ ان جڑوں سے اخذ کیا جاتا ہے تو جڑوں کے آخر میں ایک حرف جو غائب ہو سکتا ہے یا کسی دوسرے حرف میں تبدیل ہو سکتا ہے یا چھوڑ دیا جاتا ہے اور دوسرے حرف میں بدل جاتا ہے۔ایسی صورت میں کچھ پیچیدگیاں ظاہر ہو سکتی ہیں اگر اس جڑ کے بارے میں کوئی سنجیدہ تجزیہ نہ کیا جائے جہاں سے نیا لفظ اخذ کیا گیا ہے۔ لہٰذا صَلو کی جڑ سے بہت سی صورتوں کے اُلجھنے میں، و [واوَ] کا حرف بدلنے کے نتیجے میں "ی" میں بدل جاتا ہے اور اس طرح نئے بننے والے الفاظ بنتے دکھائی دیتے ہیں۔

ایسی صورت میں قرآن کے پیغام کو درست طریقے سے سمجھنے کے لیے سب سے پہلے یہ ہے کہ یہ لفظ ان جڑوں کے معانی پر نظر ڈالیں جن سے یہ لفظ نکلا ہے۔ لہٰذا، ہم نے اپنے تجزیے کا آغاز صَلٰی اور صَلَوۃُ الصّلَوۃ کے الفاظ کی جڑوں سے کیا ہے جن سے لفظ الصّلوۃ نکلا ہے۔

(صلی) کا مطلب ہے " کھانا پکانا، جلانا، آگ پر پھینکنا، آرام کرنا اور ٹیک لگانا"۔ سورہ الحاقہ میں یہ لفظ اس معنی کے ساتھ استعمال ہوا ہے: سورہ الحاقہ 31۔"پھر اسے جہنم [صَلّوُہُ] میں ڈال دو"۔ اس کے علاوہ یہ لفظ قرآن میں کئی بار اس جڑ سے ماخوذ مختلف شکلوں میں آیا ہے، جیسے إصلوہا، یصلی ، ویسیصلون ، صاصلیہ ، لایصلاہااور بھی اسی معنی میں. مثال کے طور پر، صلی کی جڑ سے ماخوذ المصلّین کا لفظ "کسی کی مدد کرنے والا" کے طور پر نہیں بلکہ " جانور کی پیٹھ یا ران پر ٹیک لگانا" کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ لفظ صلی ترکی زبان میں "پھینکنے "اور "آرام، جھکاؤ" کے الفاظ کا ماخذ بھی ہے۔ تاہم، اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ لفظ صلاۃ کی جڑ، ہمارا موضوع ہے، صلی ہے، تو یہ ماننا ضروری ہو گا کہ قرآن میں مذکور تمام صَلّوُہُ کے الفاظ اور ان کے مشتقات کا مطلب ہے "آگ میں پھینکنا، آرام کرنا، ٹیک لگانا" ایسی صورت میں یہ ضروری ہو گا، مثال کے طور پر، سورۃ الکوثر میں "اندر" یا سورۃالاحذاب 56 میں صلو علیہ کے اظہار کے ساتھ صَلّی کا لازم ہونا۔ ، "اس کو آگ میں ڈالو/ جھول دو" کے معنی نکالنا۔ نیتجتاً الصّلوۃ جس کے معنی ہیں "مدد، حمایت، جدو جہد، کوشش" اور صَلّی ، جس کا مطلب ہے "آگ میں پھینکنا، آگ پر آرام کرنا، کھانا پکانا، اور جل رہاہے"

ص ل و، وہ لفظ جس کا مطلب ہے "ران، پیٹھ " بطور اسم اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے: صلو کا مطلب ہے "کسی شخص اور چار ٹانگوں والے جانوروں کی پیٹھ اور کولہوں اور گھٹنوں کے درمیان کا حصہ۔ ایک شخص اور چار ٹانگوں والا جانور[2]"

اس معنی کے مطابق، جب اسے بطور فعل استعمال کیا جاتا ہے، تو اس لفظ کا مطلب ہے "ران، کندھا" اور "ران اٹھانا"، جو ران کو پوزیشن دینے کی حرکت ہے [گھٹنے اور گھٹنے

کے درمیان ٹانگ کا علاقہ۔] افقی طور پر اور اسے بوجھ کے نیچے پھیلانا اور "کندھے کو اٹھانا"، جس کا مطلب ہے پیٹھ پر بوجھ لینا، بوجھ کی حمایت کا اظہار کرنا۔

ہمارے نزدیک لفظ صلاۃ کی جڑ صلی نہیں بلکہ صلوۃ ہے۔ لفظ کی اصل شکل صلوۃ ہے اور چونکہ اصل لفظ ناقص ہے جیسا کہ عام گرامر کے اصولوں کی ضرورت ہے، لفظ صلوۃ میں بدل گیا ہے۔ صلوۃ کی شکل اس لیے صلوات میں لفظ کی جمع شکل و [واو] جو کہ اصل لفظ کا اصل حرف ہے واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ یہ صورت حال بہت سے دوسرے الفاظ پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، غزوا ہے اور غزوے کی جمع غزوات بن جاتی ہے۔ یہ پہلے سے ہی ہے کیونکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ صلاۃ کا لفظ ص-ل-و سے ماخوذ ہے اور معنی کی الجھن کو روکنے کے لیے لفظ صلاۃ کو الصلاۃ کی طرح (ا) کے ساتھ نہیں لکھا گیا ہے بلکہ الصّلوۃ کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ مصحف میں[3]۔

دوسری طرف صلو[ص-ل-و] کی جڑ سے ماخوذ لفظ صَلّی کے معنی سورۃالقیامہ 31-32 میں اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ اس سے کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو: فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۙ وَ لٰكِنۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۙ جیسا کہ دیکھا جا رہا ہے، اوپر والے جملے میں چار اعمال کا ذکر ہے اور ان میں سے دو کو دوسرے دو کے مخالف کے طور پر دکھایا گیا ہے، جو اس طرح ہے: جب کہ صدّق کے بر عکس، کذّب استعمال ہوا ہے (جیسا کہ "تصدیق" کے بر عکس "انکار" استعمال کیا جاتا ہے)، "تولّی" لفظ "صَلّیٰ" کے متضاد کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ لفظ "تولّیٰ" اپنی شکل کے لحاظ سے اس کا مطلب ہے "مسلسل پیچھے رہنا، مسلسل منہ پھیرنا، پرہیز کرنا، لاپرواہ رہنا، عدم دلچسپی، بے حسی، اور جو اقدامات کیے جا رہے ہیں ان کو ناکام بنانا، "صَلّیٰ"، جو کہ تولّی کے مخالف ہے جس کا مطلب ہے "مسلسل حمایت کرنا، ایک تماشائی کے طور پر نہیں رہنا"۔

قرآن میں اس کے معنی کے اس طرح کے واضح تذکرے کے باوجود، لفظ صلاۃ کو رجب اصفہانی کی تصنیف میں "لغت کے ماہرین کی اکثریت" نے کہا کہ جو صلاۃ کے عنوان سے لکھی گئی تحریر میں لفظ صلاۃ کو تقریباً منقطع کر دیا گیا ہے۔ 'دعا، مبارکباد، اور بلندی'۔

اس کے نتیجے میں، لفظ الصّلوۃ کے معنی کا خلاصہ یہ ممکن ہے کہ " مدد کرنا، مسائل کو سنبھالنا، مسائل کا حل نکالنا"۔ تاہم یہ بتانا ضروری ہے کہ یہاں کے مسائل انفرادی مسائل ہی نہیں سماجی مسائل کا بھی احاطہ کرتے ہیں۔ لہٰذا لفظ الصّلوۃ کے معنی کو "قریبی لوگوں کی مدد" کے جہت تک کم کرنا درست نہیں ہے۔ یہ وسیع پیمانے پر سوچنے کی ضرورت ہے کہ اس میں "معاشرے کی حمایت اور روشنی ڈالنے اور اس کے مسائل کو حل کرنے، کام کرنے اور حل کرنے" کی جہت کا احاطہ کیا گیا ہے۔ فراہم کی جانے والی مدد کو محسوس کرنے کا طریقہ "روحانی" اور "مالی" کے طور پر دو جہتوں پر مشتمل ہے۔

1۔ نماز، اپنے روحانی پہلو کے ساتھ، افراد کو روشن کرنا ہے، اس طرح معاشرہ، تعلیم و تربیت کے ذریعے، ان کی پختگی کو یقینی بنانا، اور ان کو یقینی راستے کی طرف لے جانا؛

2۔ اس کے مالی پہلو کے ساتھ، صلاۃ کا مطلب کام کے مواقع اور یقین دہانی کے نظام کے ساتھ ضرورت مند لوگوں کی مدد کرنا، ان کے مشکل وقت میں کندھا دینا، اور اس طرح معاشرے کے مسائل کو ختم کرنا ہے۔

قیام صلاۃ

قرآن میں "نماز قائم کرنے" کے متعلق جو تاثرات ضروری اور اشاراتی فقروں کی صورت میں ہیں ان کا ترجمہ اب تک "نماز کو صحیح طریقے سے قائم کرو" کے طور پر کیا گیا ہے۔ وہ اپنی نماز کو صحیح طریقے سے قائم کرتے ہیں۔" الفاظ کے معانی کے حوالے

سے جو تجزیہ ہم نے کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ اظہار کے معنی کی عکاسی کے لحاظ سے ناکافی اور غلط بھی تھے۔

جیسا کہ دیکھا جا رہا ہے کہ لفظ اقام اور الصّلوۃ کے الفاظ پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ لفظ صلاۃ کا مفہوم اوپر بیان ہو چکا ہے، ہم یہاں لفظ إقام کا تجزیہ کریں گے۔ ق و م کے حروف پر مشتمل لفظ إقام لفظ قیام کا لا متناہی ہے، جو "افاالباب" قسم چار حرفی فعل سے "بیٹھنے" کے فعل کے متضاد ہے۔ تین حرفی فعل کے شروع میں "الف" کا اضافہ کر کے اور جس کے معنی لغات میں "اسے کھڑا کرنا، کھڑا رکھنا" کے طور پر متعین کیا گیا ہے"۔

اس کے مطابق، إقام الصّلوۃ کے تعین کرنے والے گروہ کا معنی ہے "روحانی اور مالیاتی پہلوؤں میں مدد کے ساتھ مسائل کو انجام دینے اور ان کو ختم کرنے اور اسے برقرار رکھنے کے کاموں کا ادراک؛ یعنی انہیں کھڑا رکھنا۔" مضبوط بنیادوں کے ذریعہ اس کا اظہار، "قائم صلاۃ" ہے:۔

1۔ روحانی بنیادوں میں؛ اسکولوں، عوامی گھروں، اور عوامی تعلیمی مراکز کا افتتاح، اور انہیں کھڑا رکھنا،

2۔ مالی بنیادوں میں؛ ملازمت کے علاقوں کا افتتاح؛ سیکورٹی کے نظام کی تشکیل جیسے ریٹائرمنٹ فنڈز وغیرہ۔ غریبوں اور یتیموں کی کفالت کر کے ان کے مسائل کو سنبھالنا، بشمول کنواروں اور بیواؤں کی شادیاں کروانا؛ ان کے مسائل کے حل کے لیے اداروں کا قیام؛ اور انہیں برقرار رکھ کر انہیں کھڑا رکھنا۔

صلاۃ کا مقصد کیا ہے اور اسے کون قائم کرتا ہے؟ روحانی بنیادوں میں صلاۃ کا مقصد علم کی روشنی میں انسان کو قائل کرنا، اسے "رشد" تک پہنچانا اور اللہ اور بندے کے درمیان

تعلق کو زندہ رکھنا ہے۔ لفظ " رشد " سب سے زیادہ صالح اور بہترین، اچھے اور برے میں تمیز کرنے کی صلاحیت کا مطلب ہے " صحیح اور غلط کی تمیز کرنے کا شعور، ذہنی پختگی، اسے تلاش کر کے صحیح راستے میں داخل ہونا، اور اچھے کام کرنے کی پختگی تک پہنچنا۔ اور صحیح چیزیں۔" اس طرح ہمارے رب [4] نے قرآن میں یہ بیان کیا کہ "رشد" سب سے سچی اور مضبوط ترین چیز ہے کہ قرآن ان کی رہنمائی کرتا ہے "اچھے اور برے میں تمیز کرنے کی صلاحیت کے راستے" (سورۃ الجن 2۔ اور "سب سے زیادہ پرہیز گار اور سب سے زیادہ صحیح" (سورۃ الاسراء 9)۔ اسی مناسبت سے، قرآن کی نظر میں رشد کے لفظ کو "اسلام کی طرف سے طے شدہ پختگی تک پہنچنے اور جینے کے لیے" کے طور پر بیان کرنا ممکن ہے۔ تاہم، قرآن میں انسانوں کو رشد کے لیے رہنمائی کا احساس "دماغ دھونے یا جادو کرنے" کے طور پر نہیں بلکہ "ان کی عقل کو استعمال کرنے کے ذریعے شعور بیدار کرنے" کے طور پر دیا گیا ہے، یعنی انہیں " قائل کرنا"۔ لہٰذا، نماز کا مقصد جو قرآن کی تفسیروں کے ذریعے انجام دیا جاتا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں کہ لوگوں کو راضی کر کے ان تک پہنچایا جائے۔ اس مسئلہ کی تصدیق ہمارے رب نے یہ بتا کر کی ہے کہ نماز کا مقصد خود اور اس کے فرشتوں کی طرف سے لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جانا ہے۔

سورۃ الاحزاب 43۔ وہی [5] ہے جو آپ کو تمام اندھیروں سے روشنی میں لانے کے لیے آپ کی مدد کرتا ہے۔ اس کی فطرت کی قوتیں/آیات جو وہ نازل کرتا ہے مدد فراہم کرتا ہے۔ اور وہ مومنوں پر بڑا مہربان ہے۔ جس دن وہ اس سے ملیں گے، ان کا سلام ہوگا اور اللہ نے ان کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

قائم ہونے والے تعلیمی و تربیتی اداروں میں جہاں لوگ اچھے اور برے اور غلط میں تمیز کرنے کی پختگی کو پہنچتے ہیں، وہیں وہ اپنے اور اللہ کے تعلق پر بھی سوالیہ نشان لگاتے ہیں اور اسی وجہ سے معاشرے سے "مثالی انسان" کی کمی واقع ہو جاتی ہے۔

سورہ طہ 14: بے شک میں خود اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر میری عبادت کرو اور الصّلوۃ قائم کرو [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] مجھے یاد کرنے کے لیے ذکر اللہ ہے " ہم پر اللہ کے حقوق اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کے بارے میں سوچنا انتہائی اہم اور اس بات کی جانچ کرنا کہ آیا ہم نے اس کی طرف اپنی ذمہ داریاں پوری کی ہیں۔ مکمل طور پر ان کاموں کو انجام دینا جو اس نے ذمہ کیے ہیں؛ اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کریں اور ناشکری نہ کریں۔ یہ ہر وقت اس بیداری میں رہتا ہے"۔

صلاۃ کا قیام اور زکوۃ کی وجوہات: [زکوۃ/ ٹیکس] اور انفاق [امداد] کے ساتھ کیا گیا ہے۔ صلاۃ قائم کرنے کے فقروں کی وجہ، انہوں نے نماز قائم کی، اور زکوۃ/ ٹیکس بھی دو، اور انہیں قرآن میں بھی زکوۃ/ ٹیکس دینے کے الفاظ کے ساتھ نماز قائم کی۔ یہ کہ مالی مدد کے بغیر نماز ادا کرنا ممکن نہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ناممکنات کی حقیقت ہے کہ سماجی امداد اور تعلیمی تربیتی ادارے پیسے، مالی امداد کے بغیر قائم نہیں ہو سکتے۔ اس مسئلہ سے متعلق درج ذیل آیات کو مد نظر رکھنا ضروری ہے:

سورۃ البقرہ 277۔ یقیناً جو لوگ ایمان رکھتے ہیں، اصلاحی اعمال کرتے ہیں، الصلوۃ قائم کرتے ہیں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] اور زکوۃ/ ٹیکس دیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہو گا۔ اور ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔

سورۃالبقرہ 2-4 :۔ یہ کتاب جس میں کوئی شک نہیں ان لوگوں کے لیے ہدایت ہے جو غیب، ان سنی، نامعلوم پر ایمان رکھتے ہیں، جو الصلوۃ قائم کرتے ہیں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] ، جو اللہ کی راہ میں جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں (پہلے اپنے رشتہ داروں کو رزق دیتے ہیں اور پھر دوسروں کو، جو اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل ہوا، اور وہ یقینی طور پر آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

سورۃالبقرہ 43 :۔ الصلوٰۃ کا قیام [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] ، زکوٰۃ/ ٹیکس دینا، اللہ کی وحدانیت کو ان لوگوں کے ساتھ تسلیم کرنا جو اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کرتے ہیں۔

سورۃالبقرہ 83 :۔ اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے ایک خاص وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کروگے، اپنے والدین، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھلائی کروگے، لوگوں سے اچھی بات کروگے، الصلوٰۃ قائم کروگے [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] اور زکوٰۃ/ ٹیکس دیں۔ پھر چند ایک کو چھوڑ کر تم نے منہ پھیر لیا۔ اور تم ہی منہ پھیرنے والے ہو۔

سورۃ البقرہ 110۔ اور تم، الصلوٰۃ قائم کرو [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں]

اور زکوٰۃ/ ٹیکس دیں! تم اپنے لیے جو بھی بھلائی کرو گے وہ اللہ کے ہاں پاؤ گے۔ بے شک اللہ ہی ہے جو کچھ تم کرتے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔

سورہ توبہ 5: اور جب حج کے حرمت والے مہینے گزر جائیں تو اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو، انہیں پکڑو، ان کا محاصرہ کرو اور ہر مقام پر ان کے لیے بیٹھو۔ لیکن اگر وہ توبہ کریں تو الصلوٰۃ قائم کریں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] اور زکوٰۃ/ ٹیکس دیں، پھر ان کے راستے آزاد کر دیں۔ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کے گناہوں کو مٹاتا ہے، انہیں عذاب نہیں دیتا اور بہت زیادہ بخشنے والا ہے، وسیع رحمت کا مالک ہے۔ سورہ توبہ 11: اگر وہ اس کے بعد توبہ کر لیں تو الصلوٰۃ قائم کریں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] اور زکوٰۃ/ ٹیکس دو، پھر وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ اور ہم آیتوں کو ان لوگوں کے لیے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

سورہ توبہ 71۔ مومن مرد اور مومن عورتیں ان میں سے کچھ واقف ہیں جو محافظ ہیں، کچھ دوسروں کے رہنما۔ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں جس کو سب قبول کرتے ہیں، ہر برائی سے منع کرتے ہیں، الصلوٰۃ قائم کرتے ہیں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں]، زکوٰۃ/ ٹیکس دینا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا۔ وہ لوگ، اللہ ان پر رحم کرے گا۔ بے شک اللہ وہ ہے جو سب سے بلند ہے، سب سے زیادہ طاقت والا، سب سے زیادہ عزت والا، ناقابل تسخیر/ مطیع، بہترین قانون بنانے والا، بدعنوانی کو بہترین طریقے سے روکنے والا/ ناقابل تسخیر بنانے والا ہے۔

سورہ رعد 19-24: تو کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ حق ہے اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھا ہو؟ یقیناً نصیحت تو صرف وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو سمجھ رکھتے ہیں۔ جو اللہ سے کیے گئے وعدے پورے کرتے ہیں اور عہد شکنی نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں۔ ایمان اور نیک عمل، جو عزت، محبت، علم کے ساتھ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جو حساب کی برائی سے ڈرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے صبر کیا اور الصلوۃ کو برابر قائم رکھتے ہیں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں]، ہم نے ان کو جو رزق دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں۔ اور جو برائی کو بھلائی سے ٹالتے ہیں، یاد کرتے ہیں اور غور کرتے ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کے لئے اس گھر کا نتیجہ جنت کے باغات ہیں جہاں وہ اپنے باپ دادا، میاں بیوی اور اولاد کے ساتھ داخل ہوں گے ان میں سے جو نیکو کار ہوں گے۔ ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے داخل ہوں گے اور کہیں گے: "سلام ہو آپ پر اس کے لئے جو آپ نے صبر کیا ہے! اس گھر کا انجام کتنا عمدہ ہے!

سورہ الحج 34-35: اور ہر ایک قوم کے لیے قربانی کا ایک طریقہ بنایا تاکہ وہ ان بے عیب جانوروں پر اس کا نام لیں جو اللہ نے انہیں رزق کے طور پر دیا ہے۔ پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس لیے صرف اسی کے لیے مسلمان رہو۔ ان لوگوں کو خوش خبری سناؤ جن کے دل اللہ کا ذکر کرتے ہی خوف سے لرز اٹھتے ہیں، جو مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر

معاشرے میں علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں جو سچے دل سے اللہ کے تابع ہوں۔

سورہ الحج 41 :۔ اللہ ان لوگوں کی ضرور مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتے ہیں - جو الصلوۃ قائم کرتے ہیں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں]، جو زکوٰۃ/ ٹیکس دیتے ہیں، جو سب کے لیے قابل قبول ہے اور جو وحی اور عقل سے منع کرتے ہیں جو برائی سمجھی جاتی ہے، اگر ہم ان کو اختیار اور گھر بنادیں۔ بے شک اللہ بہت طاقتور، قادر مطلق ہے اور تمام معاملات کا انجام صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔

سورہ الحج 78 :۔ اور اللہ کی راہ میں صحیح طریقے سے جدوجہد کرو تاکہ تم فتح حاصل کر سکو، اپنی حیثیت کو برقرار رکھو۔ اس نے تمہیں چن لیا ہے اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ آپ کے آباؤاجداد ابراہیم کا مذہب طرز زندگی۔ اس نے پہلے اور قرآن میں تمہارا نام "مسلمان" رکھا ہے تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔ لہٰذا، الصلوۃ قائم کریں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں]، زکوٰۃ/ ٹیکس دیں اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑیں۔ وہ تمہارا کتنا بہترین مانوس ہے جو رہنمائی کرتا ہے، مدد کرتا ہے، حفاظت کرتا ہے، وہ کتنا بہترین مددگار ہے !

سورۃ الاحزاب 33 :۔ اپنے گھروں میں ٹھہرے رہو، سابقہ جہالت کی نمائش نہ کرو، الصلوٰۃ قائم کرو [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں علم

کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں]، زکوۃ/ ٹیکس دینا، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا۔ اے اہل خانہ ! بے شک اللہ چاہتا ہے کہ تم سے نجاست کو دور کرے اور تمہیں پاک کرے۔

سورہ فاطر 18 : کوئی گنہگار دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ یہاں تک کہ جس کے بہت سے گناہ ہوں، جو بہت مالدار ہو وہ دوسرے کو بلا کر اس کا گناہ اٹھائے تو بھی اس کا کوئی گناہ اس سے نہیں لیا جائے گا خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو - یقیناً، آپ صرف ان لوگوں کو تنبیہ کرتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور ویران جگہوں میں عزت، محبت اور علم کے ساتھ اور جو لوگ الصّلوۃ قائم کرتے ہیں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] ۔جو اپنے آپ کو پاک کرتا ہے وہ اپنے لیے پاک ہوتا ہے۔ اور پھر لوٹنا تو اللہ ہی کی طرف ہے۔

سورہ فاطر 29 : جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور الصلوۃ [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی خسارے میں نہ ہو گی۔

سورہ شوریٰ 36-39 : اور جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ہے وہ سادہ دنیوی زندگی کا مزہ ہے۔ دنیاوی زندگی کا عارضی فائدہ۔ لیکن جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور دیر پا ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور غصے میں معاف کرنے والے اور جو اپنے رب کی پکار پر لبیک کہتے ہیں، الصّلوۃ قائم کرتے ہیں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر

معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] ، جن کا معاملہ آپس میں "باہمی طور پر معاملے کا بہترین نتیجہ تلاش کرنا اور اس پر اتفاق کرنا" ہے، وہ لوگ جو اس میں سے خرچ کرتے ہیں جو ہم نے انہیں اللہ کی راہ میں دیا ہے/ پہلے اپنے رشتہ داروں کے لیے رزق فراہم کرتے ہیں پھر دوسروں کو۔ اور وہ لوگ جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں جب ان پر ناانصافی اور حملہ ہوتا ہے۔

سورہ ابراہیم 31: میرے ایماندار بندوں سے کہو: وہ الصّلوٰۃ قائم کریں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] ؛اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں کھلے اور چھپے خرچ کرو/ ان کے رشتہ داروں کو روزی دو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تجارت ہو گی اور نہ دوستی۔

سورہ ابراہیم 35-41: اور جب ابراہیم نے ایک مرتبہ کہا کہ اے میرے رب! اس شہر کو محفوظ بنائیں! مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش سے دور رکھ! میرے ربّ! یقیناً بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ پھر جس نے میری پیروی کی وہ مجھ میں سے ہے۔ اور جو کوئی نافرمانی کرتا ہے... تو یقیناً تو بہت بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔ ہمارے رب! میں نے واقعی میں اپنے کچھ بچوں کو آپ کے اچھوت گھر کے پاس ایک بنجر وادی میں بسایا ہے تاکہ وہ الصّلوٰۃ قائم کر سکیں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] ۔ ہمارے رب! تو اپنے بعض بندوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے تاکہ وہ تیری عطا کردہ نعمتوں کا بدلہ لے سکیں۔ اور ان کو کچھ پھلوں سے رزق عطا فرما۔ ہمارے رب! بے شک تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ اور اللہ

سے آسمانوں/کائنات اور زمین میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ کسی اور کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔ بے شک میرا رب وہ ہے جو میری دعا اچھی طرح سنتا ہے۔ میرے ربّ! مجھے ایسا آدمی بنا جو الصّلوۃ قائم کرے [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] ! اور میری اولاد سے بھی... ہمارے رب! میری دعا قبول فرما! ہمارے ربّ! مجھے، میرے والدین اور مومنوں کو اس دن بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا۔"

سورہ المائدہ 55 : آپ کے جاننے والے جو مددگار، رہنما، محافظ ہیں صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہیں، اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، جو اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کرتے ہیں اور الصّلوۃ قائم کرتے ہیں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] ؛ کمیونٹی کو روشن کرنا]، زکوۃ/ٹیکس دیں۔

سورہ النمل 1-3: طا،گناہ۔ یہ قرآن کی آیات ہیں، ایک واضح کتاب/کتاب جو راہ راست کی رہنمائی کے طور پر بھیجی گئی کتاب کو واضح کرتی ہے اور ان مومنین کے لیے بشارت دیتی ہے جو الصّلوۃ قائم کرتے ہیں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] ، زکوۃ/ٹیکس دیں اور یقینی طور پر آخرت [آخرت] پر یقین رکھیں۔

سورہ لقمان 2-5: یہ اس کتاب کی آیات ہیں جس میں ایسے قوانین ہیں جو صالح راستے کی رہنمائی اور الصّلوۃ قائم کرنے والوں کے لیے رحمت ہیں [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] ، جو زکوۃ/ٹیکس دیتے ہیں، اور جو یقینی طور پر آخرت پر یقین رکھتے ہیں، جو

اچھے کام کرتے ہیں، وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نیک راستے پر ہیں۔ اور وہی نجات پانے والے ہیں۔

سورہ النساء 77 :۔ کیا آپ نے ان لوگوں کے بارے میں نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ "اپنے ہاتھوں کو روکو، الصّلوۃ قائم کرو [ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو مالی اور روحانی طور پر معاشرے میں کردار سازی اور علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں] ، زکوۃ/ ٹیکس دیں"؟ اور جب ان پر جنگ لکھی گئی تو ان میں سے ایک گروہ عزت، محبت، علم سے ایسے ڈرتے ہیں جیسے عزت، محبت، علم یا اس سے بھی زیادہ خوف سے اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اور کہنے لگے : اے ہمارے رب ! آپ نے ہم پر جنگ کا فیصلہ کیوں کر دیا، آپ نے ہمیں کچھ دیر کے لیے کیوں نہ ملتوی کر دیا؟ کہہ دیجئے: ”دنیا کا لذت بہت کم ہے۔ دوسری طرف، آخرت ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی سرپرستی میں داخل ہوئے ہیں اور آپ کے ساتھ ناانصافی نہیں کی جائے گی، یہاں تک کہ " کھجور کے دانے کے برابر" بھی نہیں۔

سورۃ الحشر 7-8: اللہ کے فضل اور قبولیت کی تلاش میں اپنے مال سے محروم ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جو نیک ہیں-، یتیم، مسکین اور مسافر ہیں تو عیش و عشرت طاقت کے ذریعے لائی گئی ہے۔ اختیار صرف تم میں سے امیروں کے لیے نہیں ہو گا۔ رسول نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اسے فوراً لے لو۔ اور جس چیز سے اس نے منع کیا ہے اس سے منہ پھیر لو۔ اور اللہ کی سرپرستی میں داخل ہو جاؤ۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کا عذاب بہت سخت ہے۔

سورہ نساء 59 :۔ اے ایمان والو ! اللہ کی اطاعت کرو، رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے حاکم ہیں۔ پھر اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرتے ہو تو

اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول پر بھروسہ کرو، اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہو۔ یہ بہترین حل تلاش کرنے میں بہتر اور زیادہ مناسب ہے۔ نتیجے کے طور پر، ہم کہتے ہیں: قبلہ نماز کا عنصر نہیں ہے جیسا کہ عمل کیا جاتا ہے بلکہ زندگی میں مسلمانوں کا سماجی اور سیاسی ہدف ہے۔

Hakkı YILMAZ

istekuran@hotmail.com

www.istekuran.net

چند غلط فہمیاں اور درست کرنے کا وقت

انسانیت کے لئے قرآن ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ باطل ماضی کو سمجھے بغیر اور چھوڑے بغیر حال سنور سکتا ہے اور نہ ہی مستقبل محفوظ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ماضی کے کامیاب اور ناکام افراد کے قصے اسی لئے بیان فرمائے کہ موجودہ اور آئندہ آنے والے انسان کو ماضی کے نتائج کی روشنی میں اپنے حال اور مستقبل کے فیصلے کرنے میں رہنمائی ملے۔

سورۃ القیامہ 31۔ (فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۙ) ترجمہ (اس نے نہ تصدیق کی نہ نماز ادا کی) جب سیاق اور سباق اور تحقیق سے ہٹ کر بات کریں گے تو درست نتائج کیسے نکل سکتے ہیں۔ نماز تو منافق بھی پڑھتے تھے عبداللہ بن اُبیؒ اس کی مثال ہے جس نے سالوں حضور ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی۔ دراصل ان (ابو جہل اور ساتھی) افراد نے (نماز/ صَلّٰى) کا انکار نہیں بلکہ الصلوۃ کے پورے نظام کے قیام کی مخالفت کی تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ "الصلوۃ" کے نظام کے معنی، مفہوم اور مقاصد کیا ہیں۔

32۔ (وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى) ترجمہ (بلکہ جھٹلایا اور روگردانی کی) دراصل ان (ابو جہل اور ساتھی) افراد نے (نماز/ صَلّٰى) کا انکار نہیں بلکہ الصلوۃ کے پورے نظام کے قیام کی مخالفت کی تھی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ "الصلوۃ" کے نظام کے معنی، مفہوم اور مقصد کیا ہے۔

(الرعد 22/13) وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۙ ترجمہ "وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضامندی کے لیے صبر کیا اور الصّلوۃ (یعنی ایسے فلاحی ادارے) قائم کی اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کے مقابلے میں بھلائی کرتے ہیں انہیں کے لیے آخرت کا گھر ہے"۔

" وَاَقَامُوا الصَّلَاۃَ " حقیقت میں اجتماعی افعال کا ایک مکمل مجموعہ ہے، جو انتہائی اہم اور دلچسپ سماجی، سیاسی، معاشرتی و معاشی پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے اور مختلف نظاموں میں رابطہ اور کامیابی کا ذریعہ بنتا ہے جب تک اس کو درست طریقہ سے سمجھا نہ گیا تو اس پر عمل کرنا اور نافذ کرنا ناممکن سا لگتا ہے۔ لہٰذا اس نظام کو انتہائی سنجیدگی سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

نوٹ: " بادشاہت میں ایک قباحت اگر ختم ہو جائے تو بہترین نظام حکومت ہے اور وہ قباحت نااہل وراثت ہے "۔

عرب ریاستوں کا طرز حکمرانی بادشاہت کیوں ہے؟ یہ ریاستیں امیر کیوں ہیں اور ان میں قوانین اتنے سخت کیوں ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عربی وہاں کی مقامی اور مادری زبان ہے اور اس کے معنی و مفاہیم کی گہرائی کو خوب جانتے ہیں وہ " واقامو الصلوۃ واتوالزکوۃ ۔ کے معنی کیا ہیں اس میں چھپی ہوئی حکمت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ "الصلوۃ" کے معنی و مفاہیم مدد کرنے کے ہیں کہ " ایسے ادارے قائم کئے جائیں جو مالی اور روحانی طور پر کردار سازی اور معاشرے میں علم کی روشنی پھیلائیں اور مالی مدد کریں"۔ وہ جانتے ہیں اداروں کی اہمیت اور قیام کی تمام تر ذمہ داری ریاست پر ہوتی ہے اور ان اداروں کے قیام کے لئے سرمائے کی ضرورت ہوتی اسی لئے زکوۃ کے نظام کا نفاذ حکومتی سرپرستی میں ہوتا ہے۔ جہاں ریاست طاقتور اور افراد قانون کے تابع ہوں، وہاں ایک خوشحال ، مضبوط اور فلاحی ریاست وجود میں آتی ہے ۔ ریاست کی تعمیر کا بوجھ فرد واحد پر نہیں بلکہ پورے معاشرے پر ہوتا ہے اور تمام قائم شدہ ادارے ریاست کی ملکیت ہوتے ہیں۔ جب یہ ریاست اپنے شہریوں کی ملکیت میں ہو گی تو کوئی فرد اس کو نقصان پہچانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

"نماز/صلیٰ" اگرچہ یہ ایک انفرادی فعل یا عمل ہے مگر اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں جس کو ہمارے نبی محمد ﷺ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اقامت دین کا ستون قرار دیا ہے۔ مکہ میں سیاسی تحریک شروع کرنے سے پہلے محمد ﷺ جو ایک بہترین جنرل، بہترین معلم، بہترین مفکر و مدبر، بہترین سیاسی رہنما نے سب سے پہلے اپنے دوستوں کی کردار سازی کے لئے دینی ماحول اور تعلیم و تربیت کے لئے مسجد جیسے ادارے کا تصور دیا جگہ جگہ مساجد قائم کیں اور وہاں سے تعلیم و تربیت کے زریعہ کردار سازی کا آغاز کیا۔ ہمارے لئے "نماز/صلیٰ" کی حکمت اور افادیت کو واضح کیا۔ اب اس کو سمجھنا ہمارے لئے اس لئے بھی ضروری ہے کہ جب ادارے قائم کیے جاتے ہیں تو ان کو فعال بنانے کے لئے صرف بہترین علوم کے ماہرین کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ با کردار ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لئے مساجد میں انفرادی روحانی کردار سازی اور مدارس میں اجتماعی کردار سازی اور معاشرتی علوم کا نظام، انتظام اور قیام کیا جاتا ہے تاکہ بہترین ماہرین اور با کردار نوجوان تیار کئے جائیں جو بعد میں مسجد، مدرسہ اور تجارتی اداروں کی سرپرستی کریں امور زندگی نبھانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

برخلاف مڈل ایسٹ، برصغیر میں بالخصوص اردو بولنے اور سمجھنے والے معاشروں میں عربی زبان نہ جاننے کی وجہ سے چند غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں جن کو جتنی جلدی دور کر لیا جائے بہتر ہے۔ مثلاً (الصلوۃ یا صلیٰ)، اور "ربٰو" عربی زبان کے الفاظ ہیں جن کا اردو زبان میں کوئی متبادل الفاظ یا ترجمہ موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس پر سنجیدگی سے کسی نے کام کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن تن آسان لوگوں نے جیسے (الصلوۃ یا صلیٰ) کے مابین جو فرق ہے اس پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ ہر نماز کی دعوت دیتے وقت کہا جاتا ہے کہ " آو بھلائی یعنی نماز کی طرف " اور پھر فجر میں یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ "الصلوۃ الخیر منن

نوم " سونے سے بہتر ہے اٹھو نماز سے اپنی تجارت کا آغاز کرو۔

اسی طرح "سود" اور "ربٰو" کو ہم معنی قرار دے کر اللہ تعالیٰ کا معاشی نظام رائج کرنے میں ناکام ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے براہ راست دشمنی مول لی ہے۔ جو میرے نزدیک عربی زبان سے لاعلمی اور تحقیقی علم نہ ہونے کی وجہ سے ایک فاش غلطی یا غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اس کا ازالہ کرنے کے لئے اس کا فرق سمجھنا لازم ہے۔ مثلاً "ربٰوا ایک درخت کی جڑ ہے" اور "سود اس درخت کا پھل ہے"۔ مکھن حاصل کرنے کا ایک باقائدہ ترتیب وار عمل ہے جس کے ذریعے دودھ سے پہلے دہی تیار کیا جاتا ہے پھر دہی سے لسی اور آخر میں مکھن حاصل کیا جاتا ہے۔ موجودہ معاشی نظام بھی ایسا ہی ہے پہلے یہ عام لوگوں کو قرض دے کر جال میں پھنساتے ہیں پھر طے شدہ سود کی ادائیگی پر زور دیتے ہیں اور ان کو سارے عمل سے لاعلم اور دور رکھا جاتا ہے اور مزے کی بات اصل قرض کا مطالبہ نہیں کرتے۔

اسی طرح "مالی معاملات کچھ بھی ہوں (چاہے دست بدست قرض کی ہو، زمین کو پٹے پے دینے کی ہو، مضاربت یا مشارکت کی کوئی بھی شکل ہو) "ربٰو" اس کا ماخذ ہے"۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے "ربٰو/سود" کو جڑ سے ہی ختم کرنے کا حکم دیا تاکہ "ربٰو/سود" کی کوئی شکل ہی باقی نہ بچے۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ اسی لئے حکیم اعلیٰ نے "ربٰو/سود" کو جڑ سے ختم کرنے کا نسخہ تجویز کیا یعنی ربو کے خاتمے کا اعلان کیا (وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا - 275البقرہ) اور انسانوں پر حرام ٹھہرا کر انسان کو ذہنی غلامی سے آزاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام مسائل کا حل ریاست سے منسلک کر دیا ہے۔ مگر پارلیمانی جمہوریت اپنانے کی وجہ سے "واقاموالصلوۃ واتوالزکوۃ" کے ترجمہ کی غلط فہمی کی وجہ سے دوبارہ غلامی کی زنجیروں میں اپنے آپ کو جکڑ لیا ہے۔ بحر حال اس کے فیصلے کا

حق تو صرف ہمارے اہل علم اور علماء حق کو حاصل ہے۔ میں تو قرآن کے ایک طالبعلم کی حیثیت سے اہل علم اور علماء حق کی توجہ مبذول کرارہا ہوں اور دعوت فکر دے رہا ہوں تاکہ دوبارہ اجتہاد کر کے آئندہ کی نسلوں کی درست سمت رہنمائی کی جاسکے۔

۔ تاجر کی کردار سازی

ہمارے کچھ دوست سمجھتے ہیں کہ تجارت سے پہلے تاجروں کی کردار سازی بہت ضروری ہے یہ مثبت سوچ ہے مگر کیسے وہ یہ بتانے سے قاصر ہیں۔ خالی کتابیں پڑھنے سے اور پانی میں اترے بغیر تیراکی سیکھی نہیں جاسکتی پہلے انڈا یا مرغی کی بحث میں پھنس جاتے ہیں۔ اس کے لئے ایک تکونی نظام ترتیب دینا ہوگا۔ تمام شہروں میں ایک ہی جگہ مسجد، مدرسہ اور تجارتی مراکز قائم کرنا ہوں گے۔

کسی بھی معاشرے کی تعمیر و کردار سازی میں سب سے اہم کردار 4 عدد (م) کا ہوتا ہے یعنی (ماں، مسجد، مدرسہ اور اب میڈیا) ۔حقیقتاً یہ چار ادارے ہیں بہترین افراد سے اچھے معاشرے کو جنم دیتے اور پروان چڑھاتے ہیں ان میں بھی سب سے پہلے ماں یعنی اگر گھر میں باشعور ماں کے ساتھ اچھی معاشیات (خوشحالی) اور اچھے اخلاقیات کا نظام رائج ہے تو فکر کی کوئی بات نہیں بصورت دیگر بگڑی ہوئی معاشیات بہت اچھی اخلاقیات کو بھی بگاڑ دیتی ہے۔ میری نگاہ میں گھر کا دینی ماحول وہ پہلی درسگاہ ہے جہاں کردار سازی کی پہلی اینٹ رکھی جاتی ہے۔ جہاں مسجد، مدرسہ، مارکیٹ پھر معاشرہ اس کی کردار سازی و تربیت میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتے ہیں جس کے مثبت اثرات معاشرتی

زندگی پر مرتب ہوتے ہیں خواہ وہ مستقبل کے انجنیئر، ڈاکٹر، جج، جنرل، وکیل یا تاجر ہی کیوں نہ ہوں۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں آج کی مارکیٹ یا بازار کی ترتیب اور ماحول تبدیل کرنے کی اشد ضرورت ہے وہاں کا ماحول ایسا بنانا ہو گا جس طرح ساتویں صدی میں اللہ کے رسول محمد ﷺ نے صلوٰۃ و زکوٰۃ کا نظام قائم کر کے پوری دنیا کو دکھایا تھا اور ہر مسجد کے باہر مدرسہ اور غلہ منڈیاں قائم کرنے کا حکم دیا تھا کیونکہ جب ایک انسان مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کے قانون کے تحت سمجھتا اور نماز/صلیٰ قائم کرتا ہے اسی طرح مارکیٹ میں داخل ہو کر ایک تاجر اپنے آپ کو ریاست کے قانون کے تحت سمجھے اور تجارت کرے۔ جو معاشرہ اپنی معیشت کو عدل و انصاف کے تقاضوں پر استوار کرنا چاہتا ہے تو اُس کے لئے سود ایک زہرِ قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔ دوسرا ذخیرہ اندوز، ڈیلر یا موقع پرست تاجر ان دونوں کی موجودگی میں نہ معیشت اور نہ ہی معاشرہ پھل پھول سکتا ہے۔ موجودہ سودی معیشت کے تحت معاشرے میں ایسے قوانین موجود ہیں جن کی وجہ سے آج کے تاجر کے لئے ایمانداری سے کام کرنا آسان نہیں بلکہ ناممکن ہوتا جا رہا ہے۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں ریاستی معاشی نظام و قوانین کی عدم موجودگی کی وجہ سے غیر ملکی معاشی اداروں کے نظام و قوانین کا اطلاق و نفاذ ہو جاتا ہے۔ انفرادی طور پر آج بھی اکا دکا تاجر ایمانداری سے تجارت کرنا چاہتے ہیں مگر وہ تاجر جن کے پاس دولت یا اداروں میں تعلقات ہیں وہ استعمال کر کے اپنا کام نکال لیتا ہے لیکن محدود وسائل کا حامل

عام تاجر ایسا کرنے سے قاصر رہتا ہے۔یہ ہے استحصالی سلسلہ ! آخر کب تک یہ سلسلہ جاری رہ سکتا ہے ؟

مشرق و مغرب کے غریب ممالک کی غربت کی بنیادی وجہ اور سب سے بڑا مسئلہ وہاں کے غیر مہذب افراد طاقتور اور ریاست کو کمزور رکھا جاتا ہے۔ کسی بھی ملک کی معیشت کا نظام اور انتظام درست کرنا بنیادی طور پر ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے اور ایسے ادارے مثلاً مسجد، مدرسہ اور تجارتی مراکز قائم کرنا جہاں روحانی اور معاشی قوانین کی تعلیم و تربیت دی جائے، جن کی بنیاد اخلاق اور عدل و انصاف کے اصول پر مبنی ہو متعارف کرائے جائیں اور ملک کے اندر ایسا ماحول پیدا کرے کہ جہاں ہر شخص ان قوانین کی پابندی کو اپنی اخلاقی و قانونی ذمہ داری محسوس کرے اور ان قوانین کا اطلاق بلا تفریق کیا جائے اور کسی بھی تاجر کو استثنیٰ حاصل نہ ہو۔

=============

۔امت کی تشکیل نو

دائمی تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جو رحمان ہے اور ایک وہی رحیم ہے۔ جو حساب والے دن کا بادشاہ ہے، میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طریقہ پر کرتا ہوں جو اس کے رسول محمد ﷺ نے مجھے بتایا اور اس راستے پر چلنے کا متمنی ہوں جس پر چل کر میرے رب کی رضا مجھے حاصل ہو اور اے میرے رب اس راہ کو بند کر دے مجھ پر جس پر چل کر روز محشر مجھے رسول محمد ﷺ کے سامنے شرمندگی ہو یا میری وجہ سے آپ ﷺ کو شرمندگی کا سامنا ہو، یارب میں تیرا گناہ گار بندہ ہوں اس کی تاب نہیں رکھتا اور تو مجھے

اس راہ پر چلانا جس پر چلنے سے تیری نعمتیں اور رحمتیں برستی ہیں اور اس راہ پر چلنے والوں کی صحبت سے بھی بچانا جن سے تو راضی نہ ہو۔ یا اللہ تو رحیم ہے تو کریم ہے، تو خالق ہے، تو مالک ہے، تو رازق ہے اور تو ہر کام کرنے پر قادر ہے۔ یا اللہ تو میری توبہ قبول فرما اور سیدھی راہ دکھانا۔ آمین۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج ہمارا دین اسلام "مذہب" میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور جس کی تاریخ کچھ یوں ہے...1906 سے پہلے کوئی اہلِ حدیث نہیں تھا۔ 1896، سے پہلے کوئی بریلوی نہیں تھا1867، سے پہلے کوئی دیوبندی نہیں تھا250 ہجری سے پہلے کوئی حنبلی 200 ہجری سے پہلے کوئی مالکی اور شافعی، 150 ہجری سے پہلے کوئی نہ حنفی اور نہ ہی جعفری حتیٰ کہ حضرت محمد ﷺ کے وصال تک کوئی سُنی یا شِیعہ نہ تھا البتہ مسلم ضرور تھے۔150 سالہ پرآشوب دور سے جو مسلمان دین سے ہٹ گئے وہی سلسلہ آج تک جاری ہے آج بھی لوگ قرآن سے اور دین اسلام سے ناآشنا ہیں اقبال فرماتے ہیں

"سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا، لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا"

اس سلسلے میں حدیث کی درستی کا معیار کیا ہے وہ ہمارے اکابرین نے بہت پہلے طے کر دیا تھا اس پر کوئی بحث نہیں ان کے معاملات اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں اور ہم ان کے لئے دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ان بزرگوں کے درجات بلند فرمائے جنہوں نے عظیم قربانی اور جانفشانی سے محنت کر کے ہم تک ان تعلیمات کو پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا اور ہم ان کے شکر گزار ہیں اور ان کے اس علمی خزانے سے مستفید اور رہنمائی حاصل کرتے رہیں گے اور جہاں بھی اختلاف ہو گا قرآن و سنت کو ہی حتمی رہنمائی کی سند و

منزل تصور کریں گے۔ (جسٹس محمد شفیع صاحب مغربی پاکستان ہائی کورٹ کا ایک اہم فیصلہ پی ایل ڈی 1960، لاہور)

میرا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اپنی زندگی کو صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے درمیان کیسے رکھا جائے، ہر قول و فعل جو حضرت محمد ﷺ سے منسوب کیا جائے اس کو جانچنے کے لئے کوئی اعلیٰ ترین معیار بھی ہونا چاہئیے اور میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نائب و رسول محمد ﷺ کے قول و فعل کی تصدیق خلیفہ رسول اللہ اور قرآن کے علاوہ کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ میں سمجھتا ہوں ہر عمل اور ہر بات جو حضرت محمد ﷺ نے فرمائی وہ درست اور حق ہے چاہے مجھے سمجھ آئے یا نہ آئے، ہر عمل اور بات جس کی تصدیق قرآن مجید کرتا ہے جو احسن الحدیث (الزمر 23/39) ہے وہی میرے لئے حق کی پہچان کا معیار ہے۔

ہمارے معاشرے میں احادیث کے حوالے سے بہت ہیجان کی سی کیفیت پائی جاتی ہے اس میں سے میں خود کیسے نکلوں اور معاشرے کو کیسے باہر نکالوں ؟۔ ہم دوبارہ کس طرح امت میں تبدیل ہو سکتے ہیں؟ جب تک قرآن اور سنت شکوک سے پاک اور قدر مشترک رہا مسلمان مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک ایک ہی "امت تھے" اور "ایک مرکز ملت" قائم تھا یعنی سیاسی، معاشی اور دینی کعبہ ایک ہی تھا، یہی دشمنان اسلام کو کھٹکتا ہے۔ خلافت راشدہ کے اختتام تک ان کو کوئی کامیابی نہ مل سکی۔ انہوں نے 150 سال تک مسلسل جنگ جاری رکھی اس دوران انہوں نے مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا۔ عمر بن عبدالعزیز (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کے درجات کو بلند کرے) نے اپنے ڈھائی سالہ دور میں "مرکز ملت" کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کی ان کے دور میں پہلی دفعہ احادیث کو جمع

کرنے کا آغاز ہوا لیکن غیروں کی سازشوں اور اپنوں کی ریشہ دوانیوں نے انہیں کامیاب نہ ہونے دیا۔ بقول اقبال

"حقیقت خرافات میں کھو گئی،

یہ امت روایات میں کھو گئی"

ملوکیت کے آغاز سے ہی امت مختلف گروہوں اور قبیلوں میں تقسیم در تقسیم ہوتی گئی اور سلطنت عثمانیہ کے اختتام نے اسلامی معاشرے کی تنزلی اور بدحالی کی مہر ثبت کر دی۔اب بھی اس امت کو دوبارہ صرف اور صرف قرآن اور حضرت محمد ﷺ کی مبارک شخصیت پر ہی اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔

(آل عمران 3:103) "اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو" دوسری کوئی شکل نظر نہیں آتی اور اللہ تعالیٰ نے تعریف کرتے ہوئے فرمایا" تم بہترین خیرِ امت ہو جسے نوع انسان کی بہبود و منفعت کے لئے پیدا کیا گیا ہے"(آل عمران 3:110)۔

میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب البشر ترجمہ "آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی انسان ہوں ہاں میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے"(الکہف 110:18)۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کا انتخاب فرمایا پھر ترجمہ "آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے"(الانعام 6:115)۔

پھر اس قرآن (نور) کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود لی۔ اور فرمایا ترجمہ "ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں" (الحجر 15:9)۔ اور حضرت محمد ﷺ کو رسالت کے جلیل القدر منصب پر فائز کر کے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا ورنہ انسان میں ایسی کوئی خوبی نہ تھی کہ صاحب توقیر ٹھہرتا اسی وجہ سے اپنے نبی رسول محمد ﷺ کی ہر سنت کو قرآن کی سورۃ (القیامہ 16،17،18،19/75) میں محفوظ کر دیا ہے اور بتا دیا جو بھی رہتی دنیا تک اس کی پیروی کرے گا فلاح پا جائے گا۔

میں سوچتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا دین تو جامد نہیں ہے مگر آج کے علماء اور اہل علم و دانش کی سوچ کیسے جامد ہو گئی؟ جبکہ قرآن ہر وقت اہل علم و دانش کو تفکر اور تدبر کی دعوت دیتا ہے اور تا قیامت حالات اور زمانوں کے تبدیل ہونے والے معاملات کا حل دیتا رہے گا۔ قرآن پاک جو اللہ کا نور ہے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا (التغابن 64:8) (الاعراف 7:157) (المائدہ 5:15،16) اور رہتی دنیا تک انسانوں کی رہنمائی کرتا رہے گا، لافانی اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ محمد ﷺ کا نام جوڑ کر ان کو بھی لازوال کر دیا۔ اب رسالت محمد ﷺ اور قرآن بھی لافانی ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ایک مسلمان بقول اقبال:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار
جو حرف قل العفو میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شائد وہ حقیقت ہو نمودار

قرآن پر تحقیق کر کے اس کے اندر غوطہ زن ہو کر چاند ستاروں پر کمند ڈالنے کے راستے دریافت کرنے کی بجائے وہ وقت واعظ و نصیحت اور بلا ضرورت بحث و تکرار میں صرف کر دیا۔ دوسری طرف وہ زمانہ ایسا بانجھ بھی نہ تھا کہ قرآن پاک پر تحقیقی کام نہ گیا ہو، چند اہل علم و دانش جیسے بو علی سینا، جابر بن حیان، البیرونی، خوارزمی، جیسے بزرگوں کے علمی و تحقیقی کام کی وجہ سے مسلمانوں نے اقوام عالم میں اپنے ہونے کا ثبوت دیا جدید معاشی، سیاسی و معاشرتی علوم کی داغ بیل ڈالی اور مسجد، مدرسہ اور تجارتی مراکز جیسے اداروں کا قیام اور نظم و نسق چلانے کا نصاب اخلاقی اصولوں کی بنیاد پر اور عدل و انصاف کے اصول و ضوابط ترتیب دئے اور اپنی اہمیت کا احساس دلایا اور مشرق سے ابھرنے والی سورج کی کرنوں کی چمک سے مغربی اقوام اور سامراجی قوتوں کو پیغام دیا کہ حق کی شمع روشن ہو چکی ہے اور یہ سنہری کرنیں اسی کا پیغام ہیں۔ بازبان مفکر محمد اقبال۔

"یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند

بہار ہو کہ خزاں   لاالہ الااللہ

علامہ محمد اقبالؒ ایک دوسری جگہ پر فرمائے ہیں کہ

"کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں۔۔ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں"

میرے نزدیک حضرت محمد ﷺ کی بیان کی ہوئی ایک ہی حدیث یعنی قرآن پاک پر عمل شروع کر دیں تو دنیاوی زندگی بہت آسان ہو جائے گی اور مسلمانوں میں تفرقہ بازی ختم ہو جائے گی کیونکہ رسول کریم حضرت محمد ﷺ کی ہر بات کی تصدیق قرآن خود کرتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت محمد

ﷺ کی معمولات زندگی کے بارے دریافت کیا تو فرمایا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ؟ بیشک رسول اللہ حضرت محمد ﷺ چلتے پھرتے قرآن ہیں۔

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

۔ مسلمان، یہودی، نصاری یا صابی

ترجمہ : مسلمان ہوں، یہودی ہوں، نصاریٰ ہوں یا صابی ہوں جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کے اجر ان کے رب کے پاس ہیں ان پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ اداسی۔ (البقرہ۔62)۔

یہود (مطلب محبت) تہود (مطلب توبہ) ان کا نام اصل میں توبہ کرنے یا ایک دوسرے سے محبت رکھنے کی وجہ سے پڑا۔ تاہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو یہودی کہا جاتا ہے۔

نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کی وجہ سے ان کا یہ نام پڑا۔ جیسا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا اور ان کے پیروکاروں کو انصاری کہا جاتا ہے۔

صابی یہ وہ لوگ تھے، جو ماضی میں یقینا کسی دین حق کے پیروکار رہے ہوں گے۔ اسی لئے قرآن میں یہودیت و عیسائیت کے ساتھ ان کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ لیکن بعد میں ان کے اندر فرشتہ پرستی اور ستارہ پرستی آ گئی یا یہ کسی دین کے ماننے والے نہ رہے اسی لئے لا مذہب لوگوں کو صابی کہا جاتا ہے۔ یہ سب نام انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے ہوئے نام ہیں۔ دنیا میں ان ناموں سے انسانوں کو پکارا جاتا ہے۔ دراصل اس آیت میں

جو حکمت پوشیدہ ہے اس کو سمجھنا اور آشکار کرنا بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔جو کچھ اس کے اندر یا باہر ہے، تمام مخلوکات کا واحد "رب" ہے۔اس نے ہر چیز کی بنیاد "عدل وانصاف کے نظام" پر رکھی ہے وہ کیونکر اپنی مخلوق میں تفریق و ناانصافی کر سکتا ہے اور اپنا دائرہ اختیار صرف مسلمانوں تک محدود کیوں رکھے گا۔ دین اسلام انسانیت کی بات کرتا ہے اور ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے۔ محمد ﷺ کی شان ختم نبوت پر ایمان لانا پوری انسانیت پر لازمی قرار دیا ہے۔ ورنہ ہم مسلمانوں نے تو محمد رسول اللہ ﷺ کی شان ختم نبوت کو صرف مسلمانوں تک محدود کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو "مسلمان" کا نام دے کر جو عزت وشرف بخشا ہے ہم نے اپنے کالے کرتوتوں کی وجہ سے اسے بے توقیر کر دیا ہے۔انسان کی کامیابی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات ممکن نہیں جب تک جیسا کہ سورہ البقرہ کی آیت 285 میں فرمایا کہ ترجمہ "رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور ساتھ مومن بھی ایمان لائے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر ایمان لائے،اور اس کے رسولوں میں تفریق نہیں کرتے،انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں، اے ہمارے رب ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لئے اور جو برائی کرے وہ اس پر ہے۔ اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا، اے ہمارے رب ! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے در گزر فرما! اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر! تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کافروں کی

قوم پر غلبہ عطا فرما"۔ اس آیت میں بتا دیا گیا۔ کہ بے بندگی کی زندگی، شرمندگی میں کیسے تبدیل ہوتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ، ہمارا ان روحانی بیماریوں میں مبتلا ہونا ہے۔ جیسے کہ شرک، کفر، کذب، حسد، طمع، دھوکہ دہی یہ روحانی و سماجی بیماریاں ہیں اور جو بھی ان پر قابو پالے گا تو وہ جسمانی و روحانی فوائد و ثمرات سے ضرور مستفید ہو گا۔

۔ معاشرے اور ادارے کی بنیاد اگر اخلاقی اصولوں پر مبنی قوانین پر نہ ہو تو وہ کبھی کامیابی سے نہیں چلتے۔ پاکستان اس کی زندہ مثال ہے۔

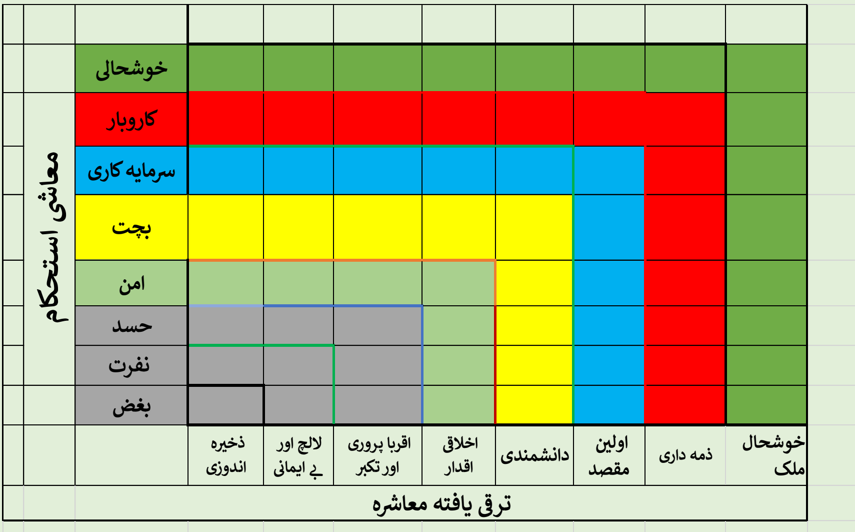

==========

متفرق تحریریں

میثاق مدینہ

The constitution of Islamic state of Madinah

آر ٹیکل نمبر 1: آئینی دستاویز

یہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول محمد ﷺ کی طرف سے دستوری (دستاویز) ہے

آر ٹیکل نمبر 2: ریاست کے آئینی طبقات: یہ معاہدہ مسلمانان قریش اور اہل یثرب اور ان لوگوں کے مابین ہے جو ان کے تابع ہوں ان کے ساتھ شامل ہوں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں (یہ سب گروہ ریاست کے آئینی طبقات متصور ہوں گے)

آر ٹیکل نمبر 3: آئینی قومیت کی تشکیل: تمام (دنیا کے دیگر) لوگوں کے مقابل ان کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت (قومیت) ہو گی۔

آر ٹیکل نمبر 4: مہاجرین قریش کے لئے سابقہ قبائلی قانون دیات کی توثیق و نفاذ۔ قریش سے ہجرت کر کے آنے والے اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے، مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہو گا۔

آر ٹیکل نمبر 5: بنو عوف کے لئے ان کے قبائلی قانون دیات کی توثیق: بنو عوف اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ

اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑ ائیے گا مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہو گا۔

آرٹیکل نمبر 6: بنو حارث کے لئے ان کے قبائلی قانون دیات کی توثیق: بنو حارث اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑ ائیے گا مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہو گا۔

آرٹیکل نمبر 7: بنوساعدہ کے لئے ان کے قبائلی قانون دیات کی توثیق: بنوساعدہ اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑ ائیے گا مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہو گا۔

آرٹیکل نمبر 8: بنو جشم کے لئے ان کے قبائلی قانون دیات کی توثیق: بنو جشم اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑ ائیے گا مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہو گا۔

آرٹیکل نمبر 9: بنو نجار کے لئے ان کے قبائلی قانون دیات کی توثیق: بنو نجار اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑ ائیے گا مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہو گا۔

آرٹیکل نمبر 10: بنو عمرو کے لئے ان کے قبائلی قانون دیات کی توثیق: بنو عمرو اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیے گا مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہو گا۔

آرٹیکل نمبر 11: بنو نبیت کے لئے ان کے قبائلی قانون دیات کی توثیق: بنو نبیت اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیے گا مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہو گا۔

آرٹیکل نمبر 12: بنو اوس کے لئے ان کے قبائلی قانون دیات کی توثیق: بنو اوس اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیے گا مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہو گا۔

آرٹیکل نمبر 13: تمام طبقات کے لئے بلا امتیاز پابندی قانون و عدل کا حکم: ہر گروہ اپنے قیدیوں کا زر فدیہ ادا کر کے انہیں رہائی دلائے گا اور اس ضمن میں مسلمانوں کے درمیان قانون و انصاف کے بلا امتیاز اطلاق کو یقینی بنائے گا۔

آرٹیکل نمبر 14: تنفیذ قانون میں تخفیف کی ممانعت: اور ایمان والے کسی قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے کو مدد کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے جن کے ذمہ زر فدیہ یا دیت ہے۔

آرٹیکل نمبر 15: کسی کی ناحق حمایت کی ممانعت: اور یہ کہ کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے مولا (معاہداتی بھائی) سے اس کی مرضی کے بغیر معاہدہ نہیں کرے گا۔

آرٹیکل نمبر 16: ظلم، گناہ اور فساد کے خلاف اجتماعی مزاحمت: اور متقی ایمان والوں کے ہاتھ ان میں سے ہر اس شخص کے خلاف اٹھیں گے جو سرکشی کرے یا استحصال بالجبر کرنا چاہیے یا گناہ یا تعدی کا ارتکاب کرے یا پر امن شہریوں (مومنوں) میں فساد پھیلانا چاہے اور ایسے شخص کے خلاف سب مل کر اٹھیں گے، خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

آرٹیکل نمبر 17: مسلمان کو مسلمان کے قتل کی ممانعت: اور کوئی ایمان والا کسی ایمان والے کو کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کرے گا، اور نہ کسی کافر کی کسی ایمان والے کے خلاف مدد کرے گا۔

آرٹیکل نمبر 18: مسلمانوں کی جانی حفاظت کے مساوی حق کی ضمانت: اور اللہ تعالیٰ کا ذمہ ایک ہی ہے۔ ان (مسلمانوں) کا ادنی ترین فرد بھی کسی کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا۔

آرٹیکل نمبر 19: اور ایمان والے بقیہ لوگوں کے مقابل باہم بھائی ہیں۔

آرٹیکل نمبر 20: غیر مسلم اقلیتوں (یہود) کی جانی حفاظت کا حق بھی (مسلمانوں کے) برابر ہے۔ اور یہودیوں میں سے جو ہماری (ریاست مدینہ) کی اتباع کرے گا اسے مدد اور مساوات حاصل ہو گی، جب تک وہ اہل ایمان پر ظلم کا مرتکب نہ ہو یا ان کے خلاف (کسی مخالف کی) مدد نہ کرے۔

آرٹیکل نمبر 21: تمام مسلمانوں کے لئے عدل و برابری پر مبنی یکساں امن و امان کی ضمانت اور ایمان والوں کی صلح (معاہدہ امن) ایک ہی ہو گی، اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑائی کے دوران کوئی ایمان والا کسی دوسرے ایمان والے کو چھوڑ کر (دشمن سے) صلح نہیں کرے گا جب تک کہ یہ صلح ان سب کے لئے برابر اور یکساں نہ ہو۔

آرٹیکل نمبر 22: جنگی معاونین کی امداد کا قانون اور ان تمام گروہوں کو جو ہمارے ہمراہ (دشمن کے خلاف) جنگ کریں باہم نوبت بہ نوبت رخصت دلائی جائے گی۔

آرٹیکل نمبر 23: مسلمانوں کے لئے ایک دوسرے کی خاطر جنگی انتقام لینے کا قانون اور ایمان والے راہ اللہ تعالیٰ میں اپنی ہونے والی خونریزی کا ایک دوسرے کے لئے (دشمن) سے انتقام لیں گے۔

آرٹیکل نمبر 24: اسلام ہی بہترین نظام حیات ہے اور بلا شبہ ایمان اور تقویٰ والے سب سے اچھے اور سیدھے راستہ پر ہیں۔

آرٹیکل نمبر 25: دشمن کو جان و مال کا تحفظ فراہم کرنے کی ممانعت اور (مدینہ کی غیر مسلم رعیت میں سے) کوئی مشرک قریش کی جان و مال کو کوئی پناہ دے گا اور نہ ان کی خاطر کسی مومن کے آڑے آئے گا۔

آرٹیکل نمبر 26: مسلمانوں کے قتل کے لئے قانون قصاص کا اجرا اور جو شخص کس مومن کو عمداً قتل کرے اور ثبوت پیش ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا بجز اس کے کہ مقتول کا ولی خون بہا پر راضی ہو جائے۔ اور تمام ایمان والے (قصاص) کی تعمیل کے لئے اٹھیں گے اور اس کے سوا انہیں کوئی اور چیز نفقد نہ ہو گی۔

آرٹیکل نمبر 27: معاہدہ کی خلاف ورزی میں فتنہ پروری اور فساد انگیزی کرنے والے کے لئے کوئی حفاظت اور رعایت نہیں اور کسی ایسے ایمان والے کے لئے جو اس دستور العمل (صحیفہ) کے مندرجات (کی تکمیل) کا اقرار کر چکا ہو اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لا چکا ہو، یہ بات نفقدنہ ہوگی کہ کسی قاتل کو مدد یا پناہ دے گا تو قیامت کے دن اس پر اللہ کی لعنت اور غضب نازل ہوگا اور اس سے کوئی رقم یا معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

آرٹیکل نمبر 28: جملہ نزاعات میں آخری اور حتمی حکم اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کا ہوگا۔ اور جب تم میں کسی چیز کے متعلق اختلاف ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کی طرف لوٹایا جائے گا (کیونکہ آخری اور حتمی حکم اللہ تعالیٰ اور ﷺ کا ہوگا)۔

آرٹیکل نمبر 29: یہود کی جنگی اخراجات میں متناسب ذمہ داری اور یہود اس وقت تک مومنین کے ساتھ (جنگی) اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں گے۔

آرٹیکل نمبر 30: مسلمانوں اور غیر مسلم اقلیتوں کے لئے مذہبی آزادی کی ضمانت اور بنی عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت کئے جاتے ہیں۔ یہودیوں کے لئے ان کا دین ہے اور مسلمانوں کے لئے اپنا دین ہے۔ خواہ ان کے موالی ہوں یا وہ بذات خود ہوں، ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں مبتلا نہیں کیا جائے گا۔

آرٹیکل نمبر 31: یہود بنی نجار کی یہود بنی عوف کے ساتھ جملہ حقوق میں برابری اور بنی نجار کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

آرٹیکل نمبر 32: یہود بنی حارث کی یہود بنی عوف کے ساتھ جملہ حقوق میں برابری اور بنی حارث کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

آرٹیکل نمبر 33: یہود بنی ساعدہ کی یہود بنی عوف کے ساتھ جملہ حقوق میں برابری اور بنی ساعدہ کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

آرٹیکل نمبر 34: یہود بنی جشم کی یہود بنی عوف کے ساتھ جملہ حقوق میں برابری اور بنی جشم کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

آرٹیکل نمبر 35: یہود بنی اوس کی یہود بنی عوف کے ساتھ جملہ حقوق میں برابری اور بنی اوس کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

آرٹیکل نمبر 36: یہود بنی ثعلبہ کی یہود بنی عوف کے ساتھ جملہ حقوق میں برابری اور بنی ثعلبہ کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

آرٹیکل نمبر 37: بنو ثعلبہ کی شاخ جفنہ کی یہود بنی عوف کے ساتھ جملہ حقوق میں برابری اور (قبیلہ) جفنہ کو بھی جو (قبیلہ) ثعلبہ کی ایک شاخ ہے وہی حقوق حاصل ہوں گے۔ جو (قبیلہ) ثعلبہ کو حاصل ہیں۔

آرٹیکل نمبر 38: یہود بنی شطیہ کی یہود بنی عوف کے ساتھ جملہ حقوق میں برابری اور بنی شطیہ کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔ اور (اس دستور سے) وفا شعاری ہو نہ کہ عہد شکنی۔

آرٹیکل نمبر 39: قبیلہ ثعلبہ کے حلیفوں کی جملہ حقوق میں ان کے ساتھ برابری اور ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

آرٹیکل نمبر 40: یہود کی تمام شاخوں کی جملہ حقوق میں برابری اور یہودیوں کی ذیلی شاخوں کو بھی اصل کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

آرٹیکل نمبر 41: جنگی مہمات میں حتمی اذن اور حکم حضرت محمد ﷺ کا ہو گا اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی حضرت محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر (فوجی کاروائی کے لئے) نہیں نکلے گا۔

آرٹیکل نمبر 42: قانون قصاص سے کسی کو مستثنیٰ نہیں ہے اور کسی مار، زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔

آرٹیکل نمبر 43: قتل ناحق کی ذمہ داری جو خونریزی کرے تو اس کی ذات اور اس کا گھرانہ ذمے دار ہو گا، الا یہ کہ اس پر ظلم ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے، جو اس (دستور العمل) کی زیادہ سے زیادہ وفاشعارانہ تعمیل کرے۔

آرٹیکل نمبر 44: یہود اور مسلمانوں کا حالت جنگ میں اپنے اپنے اخراجات کا جدا گانہ برداشت کرنا اور یہودیوں پر ان کے خرچے کا بار ہو گا اور مسلمانوں پر ان کے خرچے کا۔

آرٹیکل نمبر 45: جنگ کی صورت میں ایک دوسرے کی لازمی باہمی امداد اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم امداد عمل میں آئے گی۔

آرٹیکل نمبر 46: باہمی صلح اور مشاورت اور ان میں باہم حسن مشورہ اور بہی خواہی ہو گی، وفاشعاری ہو گی نہ کہ عہد شکنی۔

آرٹیکل نمبر 47: معاہدہ توڑنے کی مخالفت اور مظلوم کی امداد کا حکم کوئی فریق یا جماعت اپنے کسی حلیف کی وجہ سے معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا اور مظلوم کی داد رسی لازم کی جائے گی۔

آرٹیکل نمبر 48: یہود (غیر مسلم اقلیتیں) بھی زمانہ جنگ میں ریاست کی مالی معاونت کریں گی اور یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ (جنگی) اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک کہ وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

آرٹیکل نمبر 49: ریاست کے مختلف طبقات کے درمیان جنگ اور قتل و غارت گری کی ممانعت اور یثرب کا جوف (یعنی جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے)اس دستور والوں کے لئے حرم (دارالامان) ہو گا (یعنی یہاں آپس میں جنگ کرنا منع ہو گا)

آرٹیکل نمبر 50: آئینی و ریاستی امن پانے والے ہر شخص کی جان حفاظت میں برابر ہو گی پناہ گزین سے وہی برتاؤ ہو گا جو اصل (پناہ دہندہ) کے ساتھ، نہ اس کو ضرر پہنچائے گا اور نہ خود وہ عہد شکنی کرے گا۔

آرٹیکل نمبر 51: خواتین کو تحفظ دینے کا قانون اور کسی عورت کو اس کے خاندان (اہل خانہ) کی رضامندی سے ہی پناہ دی جائے گی۔

آرٹیکل نمبر 52: ایسے جھگڑوں میں جو باعث جنگ وجدال ہوں، اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد ﷺ کا حکم واختیار قطعی ہو گا اور یہ کہ اس دستور والوں میں جو بھی قتل یا جھگڑا رونما ہو، جس سے فساد کا ڈر ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد ﷺ سے رجوع کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے ساتھ ہے جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ احتیاط اور زیادہ سے زیادہ وفاشعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔

آرٹیکل نمبر 53: ریاست مدینہ کے دشمنوں اوران کے حلیفوں کو پناہ نہیں دی جائے گی اور قریش اوران کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی

آرٹیکل نمبر 54: حملے کی صورت میں ریاست کا دفاع سب کی مشترکہ ذمہ داری ہو گی کسی بیرونی حملہ کی صورت میں مدینے کا دفاع امداد باہمی کے تحت ان (یہودیوں اور مسلمانوں) کی مشترکہ ذمے داری ہو گی۔

آرٹیکل نمبر 55: ہر فریق کے لئے معاہدہ امن کی پابندی لازمی ہے اور اگر (یہودیوں) کو کسی صلح میں مدعو کیا جائے وہ بھی صلح کریں گے اور اس میں شریک رہیں گے اور اگر وہ کسی ایسے ہی امر کے لئے بلائیں تو مومنین کا بھی فریضہ ہو گا کہ ان کے ساتھ ایسا ہی کریں۔

آرٹیکل نمبر 56: کوئی بھی معاہدہ حفاظت دین کی ذمہ داری کو معطل نہیں کر سکتا(اسی طرح مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر انہیں کسی امن معاہدہ میں شرکت کی دعوت دی جائے تو وہ اس کی مکمل پابندی کریں) بجز اس کے کہ کوئی دینی جنگ کرے۔

آرٹیکل نمبر 57: ہر فریق معاہدہ پر اس کے بالمقابل سمت کی مدافعت کی ذمہ داری ہو گی ہر گروہ کے حصے میں اسی رخ کی (مدافعت) آئے گی جو اس کے بالمقابل ہو۔

آرٹیکل نمبر 58: اس دستور کے بنیادی اراکین اور ان کے حریف ایک جیسی آئینی حیثیت کے حامل ہوں گے اور (قبیلہ) اوس کے یہودیوں کو موالی ہوں یا اصل وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس دستور والوں کو حاصل ہیں اور وہ بھی اس دستور والوں کے ساتھ خالص وفاشعاری کا برتاؤ کریں گے۔

آرٹیکل نمبر 59: دستور کی مخالفت کی اجازت کسی کو نہیں ہو گی اور وفاشعاری ہو گی نہ کہ عہد شکنی۔ جو جیسا کرے گا ویسا ہی خود بھرے گا۔

آرٹیکل نمبر 60: الوہی حمایت دستور کی پابندی سے مشروط ہو گی اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ صداقت اور زیادہ سے زیادہ وفاشعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔

آرٹیکل نمبر 61: کسی ظالم اور باغی کو اس دستور کی حفاظت میسر نہیں ہو گی اور دستوری دستاویز کسی ظالم یا عہد شکن کو تحفظ فراہم نہیں کرے گی۔

آرٹیکل نمبر 62: تمام پرامن شہریوں کے لئے یقینی امن و حفاظت ہو گی اور جو جنگ کو نکلے وہ بھی امن کا مستحق ہو گا اور جو مدینے میں بیٹھے رہے تو وہ بھی امن کا مستحق ہو گا، سوائے اس کے جو ظلم اور قانون شکنی کا مرتکب ہو۔

آرٹیکل نمبر 63: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ پرامن اور دستور کے پابند شہریوں کے محافظ اور ضامن ہیں جو اس دستور کے ساتھ وفاشعار اور نیکی وامن پر کاربند رہے، االلہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ اس کے محافظ و نگہبان ہیں۔

حوالہ: قائدِاعظم چیلنج سیکولرازم۔ جناب آزاد بن حیدر

========

عقل والے کون ہیں

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر جو بہترین بات ہو اس کی اتباع کرتے ہیں۔ یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقلمند ہیں" سورۃ الزمر (39-18)۔

ہدایت کیا ہے ؟

کامیاب زندگی گزارنے کا مکمل نظام حیات قرآن کریم کے بتائے ہوئے اخلاقی اصول ہیں جن میں بڑی وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ دنیا سے کس طرح انسان کو کامیاب ہو کر اللہ تعالیٰ کے پاس واپس لوٹنا ہے اور اس کے لئے قرآن کریم بہترین کتاب اور محمد رسول ﷺ کو بنی نوع انسان کے لئے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ پھر بھی اگر انسان اپنا امتحان پاس نہ کر سکے تو اس سے بڑی بد نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے تمام اصول و ضوابط کو بھی تماثیل کے ذریعے بڑی وضاحت سے بیان فرما دیئے ہیں تاکہ لوگ آسانی سے سمجھ سکیں اور کل قیامت کے دن کوئی عذر پیش نہ کر سکیں۔

ہدایت کے مستحق کون لوگ ہیں: جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر جو بہترین بات ہو اس کی اتباع کرتے ہیں۔ یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے۔اور جو لوگ ہماری

راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے یقیناً اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا ساتھی ہے۔ سورۃ روم (30-69)

ہدایت کے غیر مستحق کون لوگ ہیں؟

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں اور حق سمجھ آنے کے بعد بھی انکار یعنی کفر کریں اور وہ لوگ جو حق دیکھنے، سننے اور سمجھنے کے بعد بھی چھپائیں اور جھوٹ بولیں، ایسے جھوٹے اور کافر کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دے گا۔

عقل کیا ہے؟ یہ دراصل ایک " تعلق، ذریعہ یا لنک " جو اللہ تعالیٰ کے نظام سے انسان کو جوڑتا ہے۔ دنیا کو سمجھنے کے لئے عقل استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور "قرآن ہدایت ہے" دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کا نظام ہے جس کو سمجھے بغیر اور اس پر عمل کئے بغیر کامیابی ناممکن ہے اور جو اللہ کی ہدایت پر عمل کرے گا وہی عقلمند ہے۔

===========

سول سوپر میسی کا خواب کیسے پورا ہو گا؟

سادہ سا جواب ہے کہ کسی کا جرم ثابت کرنے کے لئے اور اس کی بنیادی وجوہات جانے بغیر اسے مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا۔ دھواں وہیں سے اٹھتا ہے جہاں کسی نے آگ لگائی ہوئی ہو۔ کیا کسی انسان نے اپنی بیوی کو کبھی خوشی میں بھی طلاق دی ہے؟ سادہ سا جواب

ہے " نہیں "۔ ہر عمل کے پیچھے کوئی نہ کوئی سنجیدہ وجہ ضرور ہوتی ہے۔ بلاشبہ طلاق اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ انسانی فعل ہے۔ اسی طرح مارشل لا بھی کبھی خوشی سے نہیں لگایا جاتا اس ناخوشگوار عمل کے پیچھے بھی کوئی نہ کوئی سنجیدہ وجہ ضرور ہوتی ہے۔ نظریاتی سرحدوں کی حفاظت عوام اور عوامی نمائندوں کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اسی طرح جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت فوج کی ذمہ داری ہے۔ اگر نظریاتی سرحدوں کی حفاظت عوامی نمائندے کسی بھی وجہ سے نہیں کر پاتے تو یہ اضافی ذمہ داری بھی فوج کے کاندھوں پر آئین نے ہی ڈالی ہوئی ہے۔

آئین کی اہمیت :

یہ آئین کوئی جامد اصول و ضابطے کی کتاب نہیں کہ ایک دفعہ آئین تحریر ہونے کے بعد اس میں کوئی ترمیم نہیں کی جا سکتی۔ مہذب ریاست میں انسان ملک کا نظم و نسق چلانے کے لئے اخلاقی اصولوں کی بنیاد پر قوانین، اصول و ضابطے بنا کر پھر اپنی مرضی کو ریاست کے آئین کے تابع کر دیتے ہیں۔ بدلتے ہوئے حالات و واقعات کے مطابق اپنے حقوق و فرائض کی بہتر ادائیگی کے لئے اس آئین میں وقتی ضروریات کے پیش نظر آئینی ترامیم بھی کرتے رہتے ہیں۔ جس طرح زندگی ہمیشہ متحرک رہتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حالات، واقعات اور عوام کی ضروریات زندگی میں بھی تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ بالکل اسی طرح عوامی ضرورت اور سہولت کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے بعض اوقات ان قوانین میں ترامیم کرنا انتہائی ضروری ہو جاتا ہے۔ آئین کوئی آسمانی صحیفہ نہیں کہ اس میں ترمیم نہ کی جا سکے آئین کے نفاذ کے لئے عوام اور ملک کا ہونا بنیادی شرط ہے۔ اگر یہ دونوں موجود نہ ہوں تو آئین کی اہمیت کیا ہو سکتی ہے۔؟

اگر ریاست نہ رہے تو آئین کا اطلاق کہاں کس پر اور عمل کون کرائے گا۔ ریاست کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے ایک مضبوط فوج کی اشد ضرورت رہتی ہے اور اگر مضبوط فوج نہ ہو تو ریاست کبھی بھی اپنا آزادانہ وجود برقرار نہیں رکھ سکتی۔ اس لئے ایک مضبوط فوج ملک کی جغرافیائی سرحدوں، داخلی امن اور عوام کی سلامتی کی ضامن ہوتی ہے۔ موجودہ پارلیمانی جمہوری نظام میں جمہوریت کی آڑ میں آئے روز ریاستی اداروں کو آپس میں لڑوا کر کمزور کرنے کی ناپاک کوشش کی جاتی ہے اور عقل کے اندھے اس کی تقلید میں لگے رہتے ہیں۔ایسے عقل کے اندھوں کے لئے علامہ اقبال رح نے فرمایا تھا کہ

اس راز کو اک مرد فرنگی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرز حکومت ہے جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے۔

آیئے موجودہ جمہوریت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس معاشی جمہوری نظام کا خیال جنگ عظیم کے بعد پیدا ہوا۔ اس کے خالقین (روتھ چایئلڈ، فری میسن گروپ) ہیں۔ جن کے پاس بے شمار دولت اور لامحدود زرائع و وسائل اور ان کے غیر محفوظ ہونے کا احساس تھا۔ جس نے معاشی جمہوری نظام کا تصور دیا۔ 1907 میں اس کا آغاز اور بنیاد امریکہ میں رکھی گئی۔ بظاہر یہ بہت عمدہ خیال لگتا ہے " عوام کی نمائندگی، عوام کے ذریعہ ،اور عوام کے لئے "۔

اس طرح کے فریب پاکستان میں بھی دیے گئے۔ " روٹی، کپڑا، اور مکان " کے بہت عمدہ اور دلکش جھوٹے نعرے عوام کے ذریعے اور عوام کے لئے۔ اور عوام آج تک ان جھوٹے نعروں میں پھنسی ہوئی ہے۔ ان کے خالق یہ کہتے ہیں کہ یہی جمہوریت کی خوبصورتی ہے اوران شعبدہ بازوں کی جو کہتے ہیں کہ " ووٹ کو عزت دو " ۔ اسی کی نشاندہی علامہ اقبال رح نے کی اور کہا :

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند
تاویل مسائل کو بناتے ہیں بہانہ
مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

یہ وہ پارلیمانی جمہوری نظام ہے جس میں عام لوگوں میں مکمل مساوات کے تصور کا نعرہ لگایا جاتا ہے اس کے اندر معاشرے کے ہر ایک فرد کے لئے ایک جیسا ماحول، مواقع اور وسائل کا دستیاب ہونے کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ ان کی عدم موجودگی میں یہ پارلیمانی جمہوری نظام کام نہیں کر سکتا۔ ایسا ہونا عملی طور پر ناممکن ہے کہ تمام لوگوں کے لئے تمام ضروریات اور سہولیات ایک وقت میں موجود ہوں۔ اور اگر ایسا ممکن ہو جاتا تو معاشرے پر اس کے بہت منفی اثرات پڑتے۔ زرا سوچئے، مثلاً جب کسی کو کسی دوسرے کی احتیاج یا ضرورت ہی نہ محسوس ہو تو بے حسی اور لاپروائی جنم لیتی ہے اس کی وجہ سے زندگی روٹھ جاتی، رشتے ناتے دم توڑ جاتے، کسی کو کسی کے پیار و محبت کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ کسی کو کسی کی حاجت نہیں رہتی، انسان مقابلے کی دوڑ سے باہر ہو جاتا اور

مقصد حیات مفلوج ہو جاتا۔ میری نظر میں اس جمہوریت سے بڑا ظلم جھوٹ، دھوکہ اور فراڈ انسانیت سے نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے تکنیکی لحاظ سے یہ پارلیمانی نظام نہ درست ہے اور نہ ہی کبھی کامیابی سے چل سکتا ہے۔

سچی جمہوریت کا معیار، مطلب اور مقصد کیا ہے: جمہوریت میں اہل علم و عمل اور صاحب کردار لوگ، جن کو عوام اپنے نمائندے کے طور پر اپنی بہتری کے لئے اختیار دیتے ہیں تاکہ وہ ان کے حقوق کا مقدمہ لڑیں۔ دراصل حقیقی جمہوریت میں افراد کا نہیں، ان کے درست اقدامات اور عوام کے حق میں کیئے گئے فیصلوں کا انتخاب ہونا ہوتا ہے۔

کیا مارشل لا لگانا جرم ہے: جب ریاست میں بسنے والے عوام دیکھتے ہیں کہ عوامی نمائندے جن کو عوام نے اپنے حقوق کی لڑائی لڑنے کا اختیار دیا تھا، وہ بدعہدی کر رہے ہیں۔ پھر مجبور ہو کر عوام اپنے ریاستی اداروں افواج اور عدلیہ کے پاس جاتے ہیں۔ جنہوں نے عوام اور ریاست کی سلامتی کی کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کا عہد لیا ہوا ہوتا ہے۔ عوام ان پر اعتماد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان بدبختوں نے ہمارے مفاد کی بجائے کسی دوسرے کے مفاد میں کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ لحاظہ ہم ان سے اپنا دیا ہوا اختیار واپس لیتے ہیں اور آپ کو وہ اختیار دیتے ہیں۔ تاکہ ان کی سرکوبی اور ہمارے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ عوام اپنے ریاستی اداروں پر اعتماد اس لئے کرتے ہیں کہ انہوں نے ریاست اور عوام کی سلامتی اور وفاداری کا عہد کیا ہوا ہوتا ہے۔ ریاست ناکام اس وقت ہوتی ہے جب ان اداروں کے سربراہان اپنے عہد سے بدعہدی کریں۔

خلاصہ :

سول سوپر میسی قائم کرنے کے لئے سیولینز کو اپنے علمی اوراخلاقی معیار کو بلند کرنا ہوگا۔ عوام کو سیاسی شعور کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور ریاستی قانون کے اندر رہتے ہوئے حکومت کے عوامی فلاح و بہبود کے ہر عمل پر کڑی اور تنقیدی نظر رکھنی چاہئے۔ دوسرا یہ کہ ریاست کے خلاف اندرونی یا بیرونی کوئی بھی سازش کوئی بھی اور کہیں بھی کرے اس کو روکنا ہوگا تاکہ ملک میں مارشل لا لگانے کی نوبت ہی نہ آئے۔

===========

حمد باری تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف اللہ کی زبانی

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَہ ہُو: وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں,

عٰلِمُ الْغَیبِ : مخفی علوم کو جاننے والا

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَہ ہُو: وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں,

وَالشَّہَادَۃِ : افشاں رازوں پر گواہی والا

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَہ ہُو: وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں,

ہُوَالرَّحمٰنُ الرَحِیمُ : وہی مخیرّ ہے اور ترس کرنے والا۔

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَہ ہُو: وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں,

اَلْمَلِکُ : وہ تمام جہانوں کا بادشاہ ہے

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَہ ہُو: وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں,

اَلقُدُّوسُ: نہایت پاک

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَہ ہُو: وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں,

اَلسَّلٰمُ: ہر عیب سے پاک

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَہ ہُو: وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں,

اَلمُومِنُ: امن دینے والا

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَہ ہُو: وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں,

اَلمُہَیمِنُ: حق کا نگہبان ہے

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَہ ہُو: وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں,

اَلعَزِیزُ: وہی غالب زور آور

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَہ ہُو: وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں,

اَلجَبَّارُ: زبردست قوت والا

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَہ ہُو: وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں,

اَلمُتَکَبِّرُ: ہر غرور، شان وآن والا

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَہ ہُو: وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں,

سُبحَنَ اللّٰہِ عَمَّایُشرِکُون: ہر تعریف والا اللہ جس کا کوئی شریک نہیں۔

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَہ ہُو: وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں,

اَلْخَالِقُ : ہر مخلوق کو وجود بخشنے والا

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَّہ ہُو : وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ,

اَلْبَارِیُٔ : ہر مخلوق کی بہترین صورت بنانے والا

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَّہ ہُو : وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ,

اَلْمُصَوِّرُلَہٗ : مخلوق کا اعلیٰ ترین معمار، تخلیق کرنے والا

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَّہ ہُو : وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ,

الاَسمَآءُ الْحُسنیٰ : تمام خوبصورت ناموں والا

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَّہ ہُو : وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ,

یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ : ہر مخلوق پاکی بیان کرتی ہے

خواہ وہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں،

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَّہ ہُو : وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ,

وَہُوَالْعَزِیْزُالْحُکِیمُ : اور وہی غالب حکمت والا

ہُوَاللّٰہُ الَّذِی لَااِلٰہَ اِلَّہ ہُو : وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ,

============

خالی صفحہ

حوالہ جاتی کتب:

- قرآن کریم۔ اللہ سبحان و تعالی۔ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی ،تفصیر مولانا صلاح الدین یوسف اور نظر ثانی ڈاکٹر وصی اللہ بن محمد عباس اور ڈاکٹر اختر جمال لقمان
- اسلام کا معاشی نظام۔ڈاکٹر اسرار احمد
- علم الا قتصاد۔علامہ محمد اقبال
- ساتویں صدی مدینہ معاشیات۔انسانیت کا پہلا معاشی نظام۔محمد منیر احمد
- قائد اعظم کا نظریہ ریاست۔ قیوم نظامی
- بلاسود بینکاری کا خاکہ۔ڈاکٹر طاہر القادری
- تفسیر احسن البیان۔ مولانا صلاالدین یوسف
- اسلام کا اقتصادی نظام۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رح
- خلافت و ملوکیت۔نقد ریاست۔ مولانا سید ابوالاعلی مودودی
- قرآنی اصول معاشیات۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رح
- کیمیائے سعادت۔امام غزالی
- رحمتہ للعالمین۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری
- اقبال اور قرآن۔غلام احمد پرویز
- امریکہ میں جمہوریت۔ الیکس ڈی ٹوکیویل
- تلخ تحریریں۔ منظور احمد

- مفتی سہراب احمد اشرفی مانسہرہ و کوہستان
- مفتی اختر اورکزئی
- شریعت پٹیشن نمبر 30-L آف 1991 اور دیگر تمام 81 ربا/سود سے متعلق معاملات پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت میں (اصلی دائرہ اختیار)
- Shariat Petition No.30-L of 1991 & All other 81 connected matters relating to Riba/Interest IN THE FEDERAL SHARIAT COURT OF PAKISTAN (ORIGINAL JURISDICTION)

مذہبی اقدار بمقابلہ معاشی مفادات

محققین نے پایا ہے کہ مذہبی حکام ان مذہبی وابستگیوں کے خلاف جو باتیں کرتے ہیں اس سے بات چیت کرنے سے گریزاں ہیں، یہاں تک کہ اگر ان رجحانات کا اظہار کسی اہم یا منافع بخش مذاکرات میں نہیں کیا جانا چاہیئے۔ دوسرے لفظوں میں اس طرح کے رہنماؤں کے لئے معاشی مفادات کے مقابلے میں اقدار کے تحفظ کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ وہ کاروباری تعلقات میں اپنے اعتماد کو برقرار رکھنے کے خواہاں ہیں جہاں عام طور پر مذہبی عقائد کو نظرانداز کیا جاتا ہے یا چھپایا جاتا ہے۔ اس تنازعہ کی ایک مثال اس وقت ہے جب ایک گروہ تجارتی پابندیوں میں حد سے زیادہ شفافیت پر اصرار کرتا ہے جو حریف جماعت کے لئے مذاکرات کرنے کے لئے مایوس کن ہو سکتا ہے۔ یقینا اس طرح کی شفافیت مسلم رہنماؤں کے لئے ایک فائدہ ہے، جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کی ایک حدیث پر مبنی، نیک بیوپاری قیامت کے دن شہدا کے برابر ہیں۔

قدر پر مبنی مذہبی نقطہ نظر: مذہبی اور خاص طور پر نقد نقطہ نظر سے۔ سیاسی اور معاشی نقطہ نظر اور واقفیت کا مجموعہ الٰہی فطرت کا ہونا ضروری ہے۔ اس سیٹ کے مقاصد اور ذرائع کو بھی الٰہی قانون کے مطابق ہونا چاہیئے بصورت دیگر اسے مقدس قانون کے

ذریعہ منظور کیا جائے گا۔ اس نقطہ نظر میں مذاکرات مغرب میں سمجھے جانے کے انداز سے بنیادی طور پر مختلف ہیں۔ اگرچہ اس کے ساختی اہداف میں واضح مماثلت ہے۔ اسلام کے لئے سفارتکاری میں استعمال ہونے والے طریقے انسانی اور اخلاقیات کے مطابق ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اخلاقیات اور سفارتکاری کے مابین مواصلاتی نظام کی مکمل جانچ پڑتال کرنی ہو گی۔ اور نبی s' کے اس سیاسی طرز عمل سے ہم آہنگ رہو جس میں اس نے منافع کے غیر اخلاقی اور غیر روایتی طریقوں پر پابندی عائد کر دی ہے۔

منافع بخش سیکولر اپروچ

سیکولر اور مذہبی نقطہ نظر سے گفت و شنید میں فرق بات چیت کا مقصد اور مطلوبہ نتائج کے حصول کے لئے استعمال شدہ ذرائع ہے۔ مغربی اور سیکولر مباحثوں میں بنیادی طور پر مادیت پسندانہ طرز عمل موجود ہے اور قومی مفادات کو حاصل کرنے کے لئے ہر طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ، قانون اور سرکاری ادارے عوام کے مفاد میں معاشرے کی بھلائی کی تعریف کرتے ہیں اور اس مثالی حصول کے لئے کوشاں ہیں۔ اس اسکول کے اصول بنیادی طور پر مادیت پسند ہیں ، جو بین الاقوامی تعلقات میں اخلاقیات کے ابھرنے کو روک سکتے ہیں۔

پرانی فرانسیسی علمیات ، آٹمالوجی

14 ستمبر کے آخر میں ، Etymology " کسی لفظ کی اصل اور ترقی کے حقائق ، " پرانی فرانسیسی علمیات ، آٹملوجی (14 سی. ، جدید فرانسیسی آٹملوجی) سے ، لاطینی نسخہ سے ،

یونانی نسخہ سے "کسی لفظ کی اصل اصل کو تلاش کرنے کے تجزیہ ، " صحیح معنوں میں" صحیح معنوں کا مطالعہ (ایک لفظ کا) "-لوگیا" کے ساتھ مطالعہ ،ایک تقریر" ، "ایٹیوس" سے متعلق ، "سچ" ، جو شاید سنسکرت ستیہ ، گوتھک سنجیز ، پرانا انگریزی کے ساتھ معروف ہے۔ سسیلو نے ویریلوکیم کے طور پر لاطینی بنایا۔

کلاسیکی اوقات میں ، معانی کے حوالے سے۔ بعد میں ، تاریخ کو کلاسیکی ماہر نفسیات ، مسیحی اور کافر ، اپنی وضاحت کو قیاس آرائی اور اندازہ پر مبنی رکھتے ہیں ، تاریخی ریکارڈ کے فقدان کے ساتھ ساتھ ان کا تجزیہ کرنے کے لئے سائنسی طریقہ بھی موجود تھا ، اور یہ نظم و ضبط ایک ہزار سالہ جاری رہنے کی وجہ سے خراب ہوا۔ فلاؤبرٹ [" موصولہ خیالات کی لغت "] نے لکھا ہے کہ عام نظریہ یہ تھا کہ نسلیات "لاطینی اور تھوڑی آسانی کی مدد سے دنیا کی سب سے آسان چیز ہے۔"

لسانیاتی سائنس کی جدید شاخ کے طور پر ، الفاظ کی ابتدا اور ارتقاء کا علاج ، 1640 کی دہائی سے۔ وسط c15 سے "کسی لفظ کی مخصوص تاریخ کا محاسبہ" کے بطور۔ متعلقہ : نسلی؛ etymologically.

جیسا کہ کریٹلس میں سقراط نے سلسلہ شروع کیا ہے ، شجرہ نسخے میں اس نام کے بنیادی معنوی مواد کے بارے میں دعوی کیا گیا ہے ، جس کا اصل معنی ہے یا اشارہ ہے۔ اس مشمول کو وہاں قدیم نام فروشوں نے وہاں ڈال دیا ہے : اس طرح ایک نسلیات دینا نام کو کھولنا یا اس کا نام ڈیکوڈ کرنے کی بات ہے تاکہ نام دینے والوں نے اس پیغام کو ڈھونڈ

لیا۔ [ریچل بارنی ، " سقراط ایگو نائٹس : کریٹلس اٹیمولوجیز کا معاملہ ، " " قدیم فلسفہ میں آکسفورڈ اسٹڈیز ، " جلد.۔ xvi،1998]

سود : وسط 15 صدی. ، " قانونی دعوی یا حق؛ایک تشویش ایک فائدہ ، فائدہ ، ایک فکر مند یا متاثر (فائدہ مند) ، " پرانی فرانسیسی سود (ادھار) سے " نقصان ، نقصان ، نقصان " (جدید فرانسیسی انٹریٹ) ،استعمال شدہ اسم استعمال سے لاطینی دلچسپی "اس کی اہمیت ہے ، اس سے فرق پڑتا ہے ، " تیسرا فرد واحد کی موجودگی " تشویش کل ، فرق بناتا ہے ، اہمیت کا حامل ہوتا ہے ، " لفظی " کے درمیان ہونا ، "انٹر " کے درمیان" " ہونا ")۔فرانسیسی اور انگریزی میں " منافع ، فائدہ " کے لئے احساس کی ترقی مکمل طور پر واضح نہیں ہے۔

اس سے قبل وسطی انگریزی کا لفظ انٹریسی (دیر سے 14 صدی) تھا ، اینگلو فرانسیسی انٹریس سے "قرون وسطی کے لاطینی انٹریس" سے " نقصان کا معاوضہ ، "لاطینی انٹریس کا استعمال (جس کا موازنہ جرمن انٹریسی سے ہے) قرون وسطی کے لاطینی ماخذ)۔

" پیسے قرضے کے استعمال کے لئے ادا کی جانے والی رقم" (1520 صدی) کے مالی احساس کو سود (چرچ کے قانون کے تحت غیر قانونی) سے ممتاز قرار دیا گیا تھا جو "ایک بدعنوان مقروض کی وجہ سے معاوضہ ہے۔" "ذاتی یا خود غرضی پر غور" کا احساس 1620 کی دہائی سے ہے۔ مطلب "وہ کاروبار جس میں متعدد افراد سود (ادھار) رکھتے ہیں" 1670 کی دہائی سے ہے۔ جس کا مطلب ہے " تجسّس ، یہ محسوس کرنا کہ کسی کو

کسی چیز کی تشویش ہو، کسی کی تعریف ہو یا ہمدردی کے لحاظ سے "اس کی تصدیق پہلے 1771 میں کی جاتی ہے۔ 1868 تک سود کی شرح۔ سودی گروپ کی تصدیق 1907 سے کی گئی ہے۔

صدی1300 "سے سود پر قرض دینے کا سلسلہ جاری ہے،" بعد میں، قرون وسطی کے لاطینی سود سے، بہت سود کی شرحوں پر، لاطینی سود میں تبدیلی "رقم، سود کے استعمال کے لئے ادائیگی،" لفظی طور پر "استعمال، استعمال، لطف اندوز،" سے یو ایس، یوٹی کے تنے سے (.v))۔ 15 صدی کے وسط سے بطور "رقم، سود،" خاص طور پر "بے حد سود" کے استعمال کے لئے ادا کردہ پریمیم۔

سودخور

13 صدی. دیر سے. ، "ایک شخص جو سود پر قرض دیتا ہے"، لیکن خاص طور پر "وہ شخص جو قرون وسطی کے لاطینی قرض دینے والا سے تعلق رکھنے والے، اینگلو-فرانسیسی سودخور، اولڈ فرانسیسی سودخور، سود کے بدلے سود پر قرض دیتا ہے، سودخور، "لاطینی قرض دینے والا سے" سود سے متعلق؛ جو سود ادا کرتا ہے سودخور کو۔

سود

1660 کی دہائی، "تشویش یا ہمدردی کی خصوصیت،" ماضی میں شریک ہونے والی صفت (سود)۔ 1828 سے بطور "سود یا داؤ (کسی چیز میں) ہونا؛" احساس "خود مفاد سے متاثر" (1705) شاید ناپسندیدہ افراد کی طرف سے پیچھے ہٹنا ہے۔ متعلقہ: سود

پیسے (روپے) قرض دینے والا "ایک جو سود پر قرض دیتا ہے،" 1765، رقم + قرض دہندہ سے۔

ربا کے لئے عقلی دلیل:

یہ شرعی قانون (نقد مذہبی قانون) کے تحت حرام ہے کیوں کہ یہ استحصالی سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ ربا ممنوع ہے، اس پر بہت بحث ہو رہی ہے کہ ربا کس چیز کی تشکیل ہے، چاہے یہ شرعی قانون کے خلاف ہے، یا صرف حوصلہ شکنی کی ہے، یا اس کی سزا لوگوں کو یا اللہ کے ذریعہ دی جانی چاہئے۔ تشریح پر منحصر ہے، ربا صرف ضرورت سے زیادہ سود کا حوالہ دے سکتی ہے۔ تاہم، دوسروں کے لئے، سود کا پورا تصور ربا ہے اور اس طرح یہ غیر قانونی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ اس نقطہ پر تشریح کا ایک وسیع میدان عمل ہے جس سے سود استحصالی ہوتا ہے، بہت سارے جدید اسکالرز کا خیال ہے کہ سود کو افراط زر کی قیمت تک کی اجازت دی جانی چاہئے، قرض دہندگان کو ان کے پیسے کی وقت کی قیمت کا معاوضہ دینا، بنا ضرورت سے زیادہ منافع بہر حال، ربا کو بڑے پیمانے پر قانون کے طور پر لیا گیا اور نقد بینکاری کی صنعت کی بنیاد رکھی گئی۔

مسلم دنیا نے کچھ عرصے سے، مذہبی، اخلاقی اور قانونی طور پر ربا کے ساتھ جدوجہد کی ہے، اور بالآخر، معاشی دباؤ نے کم از کم ایک مدت کے لئے، مذہبی اور قانونی ضابطوں میں ڈھل جانے کی اجازت دی۔ گیلس کیپل نے اپنی کتاب "جہاد: ٹرائل آف پولیٹیکل اسلام" میں لکھا ہے کہ "چونکہ جدید معاشی معیشت سود کی شرح اور انشورنس کی بنیاد پر

نتیجہ خیز سرمایہ کاری کی پیشگی شرائط کی حیثیت سے کام کرتی ہے ، لہٰذا بہت سارے نقد فقہاء کے دماغ کو گھیرے میں لیتے ہیں تاکہ ان کے پاس جانے کا طریقہ ڈھونڈیں۔ قرآن پاک کے طے شدہ اصولوں کو موڑنے کے لئے ،"اور" یہ مسئلہ اور بھی **زیادہ لمبا ہوتا چلا گیا کیونکہ زیادہ سے زیادہ مسلم ریاستیں 1960 کی دہائی میں عالمی معیشت میں داخل ہوئیں۔ " معاشی پالیسی کا یہ ڈھیل 1970 کی دہائی تک جاری رہا جب "سود (ادھار) کے ساتھ قرض دینے پر مکمل پابندی دوبارہ فعال ہو گئی۔ "**

==========

Copy & Translated from Invstopedia.

یہودی اور عیسائیوں کی مشترکہ سوچ اور بین الاقوامی معاشرتی سیاسی مسائل۔ صدر روز ویلٹ کا اعتراف جرم !

اگر ہم واقعی میں سمجھتے ہیں مسئلہ تو جواب اس سے نکل آئے گا، کیونکہ جواب اس سے الگ نہیں ہے

کرشن مورتی

صدر روز ویلٹ نے 5 اپریل کو اپنے ایگزیکٹو آرڈر 6102 کو نافذ کرنے کے لئے، 1933 جو امریکی آئین کے آرٹیکل 1 سیکشن 10 ، کی براہ راست خلاف ورزی تھا ایگزیکٹو آرڈر میں درج ہے : سونے کا کوئی سوال نہیں پوچھ سکتا "سونے کا سکہ ، سونے کا ذخیرہ اندوزی منع ہے . براعظم امریکہ میں کوئی سونے کے سرٹیفکیٹ جاری نہیں کر

سکتا"۔صدر نے یہ کس کے لئے کیا تھا اس کی تفتیش کرنا دلچسپ ہے۔ یہ ملک کے نجی بینکاروں کے لئے تھا۔

فیڈرل ریزرو بینک کی تاریخ اور تخلیق:

1910 میں نجی بینکاروں کے نمائندوں کے ایک گروپ نے جیریل آئی لینڈ میں چپکے سے ملاقات کی نیو جرسی، راکفیلر، روتھ چائلڈ، مورگن کے یہ نمائندے فیڈرل ریزرو بینک کے لئے ایک قانون سازی کا مسودہ (ادھار) تیار کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ یہ مرکزی نجی بینک کو قائم کرنے کی ایک کوشش تھی گورنمنٹ بینک کے بھیس میں انہوں نے اس کے ساتھ سرکاری شراکت داری تیار کی تھی امریکی حکومت فیڈرل ریزرو بینک کے توسط سے انہیں مکمل طاقت دی گئی تھی۔

جدید قوم کے لئے رقم کی فراہمی اور بدلے میں انہوں نے پیسہ کمانے کا وعدہ کیا انہیں سیاہ و سفید کرنے کی طاقت مل گئی، اب وہ کبھی بھی حکومت کے لئے رقم چھاپنے کی طاقت رکھتے ہیں انہیں اس کی ضرورت ہے۔ایک ایکٹ کے ذریعے 1913 میں، ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے 28 ویں صدر ووڈرو ولسن (لفظی طور) پر لوٹ مار، چوری اور جعلسازی کے لئے 25 سال کا چارٹر جبر اور قانونی تحفظ فراہم کریں، صیہونیوں اور فری میسنری اور ایلومی نیٹیسیز کے بچوں اور امریکیوں کے حوالے کرنے،

بینکنگ سسٹم جو پیسہ ہیرا پھیری مافیا کو بناتا ہے۔ گرچہ صدارت چھوڑنے کے بعد دفتر ووڈرو ولسن نے فیڈرل ریزرو ایکٹ پر افسوس کا اظہار کیا :

اقتباس "میں سب سے زیادہ خوش انسان نہیں ہوں، میں نے انجانے میں ہی اپنے ملک کو تباہ کیا، جو ایک عظیم صنعتی قوم ہے۔ اب نظام ساکھ کے ذریعہ قابو پالیں، اب ہم آزاد رائے والی حکومت نہیں ہیں، نہ ہی مضبوط حکومت کو یقین سے اور اکثریت کی آواز سے لیکن حکومت کے ذریعہ ایک طاقتور مردوں کے چھوٹے گروپ کی رائے اور سختی۔ " شاید، اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ اس نے ظلم اور ناانصافی کا عفریت اتارا ہے صرف امریکی شہری کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا کی آبادی کے لئے۔ صدر ولسن کمزور انسان تھے اور "ڈسٹرکٹ کولمبیا" کے ہاتھوں کھیلے (واشنگٹن ڈی سی) . وہ لیگ آف نیشنس کے تصور کے لئے بھی میگا فون تھا مستقبل میں صیہونیوں کے ہاتھ ظلم اور ناانصافی کا دوسرا ذریعہ۔

براہ کرم 1933 کے ایکٹ کے سیکشن 2 کو غور سے پڑھیں، اس نے تمام مالیاتی ملکیت کو ریاستہائے متحدہ امریکہ میں سونے کا امریکی خزانہ منتقل کر دیا۔ مالیاتی سونے میں تمام بلین سکے شامل تھے جو افراد اور اداروں کے زیر اہتمام ہے۔ بدلے میں، افراد اور ادارے سونے کے فی اونس 35 ڈالر کی شرح سے کرنسی موصول ہوئی۔ اس شرح نے سونے کی قدر کو کم کر دیا۔

1900 کے گولڈ ایکٹ کے ذریعہ مقرر کردہ قیمت کا ڈالر سے 59 فیصد ، جو $ 20.67 فی اونس تھا یہ شرح 1933 کے موسم بہار تک برقرار تھی ،جب روزویلٹ انتظامیہ نے ڈالر کی قدر کو کم کرنے کے لئے اپنی مہم کا آغاز کیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ، کا گنا ہگار فعل ووڈرو ولسن جو 1933 میں ختم ہو رہا تھا اس کی مزید توسیع لامحدود مدت تک کردی گئی صدر روزویلٹ کے ذریعہ ایک ایسی شق کے ساتھ ترمیم کے ذریعہ جو صرف کانگریس ہی کو ردی کی ٹوکری میں ڈال سکتی ہے۔ "فیڈرل ریزرو بینک کا ایکٹ"۔

فیڈرل ریزرویز بینک کا مالک:

نجی کارپوریشنوں کی طرح فیڈرل ریزرو بینک قائم ہیں۔ ممبر بینکوں میں ذخیرہ موجود ہے فیڈرل ریزرو بینک اور منافع کماتے ہیں۔ اس کے حصص دار نجی بینک ہیں۔ حقیقت میں، اس کے 100 ٪ حصص یافتگار نجی بینک ہیں۔ اس کا کوئی بھی اسٹاک اس حکومت کی ملکیت نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ فیڈرل ریزرو بینک کو "مختص" نہیں ملتا ہے بنیادی طور پر کانگریس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کانگریس کے بغیر اپنا پیسہ کانگریس سے حاصل کرتا ہے منظوری، "اوپن مارکیٹ آپریشن" میں مشغول ہو کر۔

فیڈرل ریزرو بینک کی ساخت:

فیڈرل ریزرو بینک جو فیڈرل ریسرور سسٹم کے تحت کام کر رہا ہے، یہ

فیڈرل ریزرو بینک کے 12 مختلف آپریٹنگ ٹولز ہیں

ریاستہائے متحدہ امریکہ اور 8000+ بینکوں (ریاستہائے متحدہ کے کل بینکوں کا 38٪)اس کے تحت کام کرتے ہیں نام نہاد فیڈرل ریسوریو سسٹم کا فریب۔ 12 ممبر بینک ہیں نجی کارپوریشنوں کی طرح منظّم - ممکنہ طور پر کچھ الجھن کا باعث بنے "ملکیت۔" مثال کے طور پر، ریزرو بینک ممبر بینکوں کو اسٹاک کے حصص جاری کرتے ہیں۔ تاہم، ریزرو بینک اسٹاک کا مالک ہونا کسی پرائیوٹ میں اسٹاک کے مالک ہونے سے بالکل مختلف ہے کمپنی ریزرو بینک منافع، اور کسی خاص کی ملکیت کے لئے کام نہیں کرتے ہیں اسٹاک کی مقدار، قانون کے مطابق، نظام میں رکنیت کی ایک شرط ہے۔ اسٹاک بیچ نہیں سکتا، تجارت نہیں کی جاسکتی ہے، یا قرض کی حفاظت کے طور پر وعدہ نہیں کر سکتی ہے۔ منافع، کی طرف سے ہیں قانون، ہر سال 6 فیصد۔ "آسان الفاظ میں ہر ممبر بینک تقریبا $10 بلین ڈالر کماتا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر سال امریکی خزانے کو لوٹتا ہے۔

فیڈرل ریزرو بینک کیسے کام کرتا ہے فیڈرل ریزرو نے وضاحت کی۔

فیڈرل ریزرو ریاستہائے متحدہ کا مرکزی بینکنگ نظام ہے، اور یہ ایک صدی سے زائد عرصے سے جاری ہے۔

1907 کی گھبراہٹ نے صدر ووڈرو ولسن کو فیڈرل ریزرو سسٹم بنانے پر اکسایا۔ انہوں نے قومی مالیاتی کمیشن سے مطالبہ کیا کہ وہ جاری مالی گھبراہٹ، بینک کی ناکامی اور

کاروباری دیوالیہ پن کو روکنے کے لیے بہترین رد عمل کا نقدہ لے۔ کانگریس نے پھر 1913 کا فیڈرل ریزروایکٹ منظور کیا۔

کانگریس نے اصل میں فیڈ کو "فیڈرل ریزرو بینکوں کے قیام، لچکدار کرنسی فراہم کرنے ، تجارتی کاغذات کی دوبارہ گنتی کے ذرائع کو برداشت کرنے ، امریکہ میں بینکنگ کی زیادہ موثر نگرانی قائم کرنے اور دیگر مقاصد کے لیے" کے لیے ڈیزائن کیا تھا۔ تب سے ، کانگریس نے فیڈ کے اختیارات اور مقصد کو بڑھانے کے لیے قانون سازی کی ہے۔ آج ، فیڈ نے افراط زر کا انتظام کرنے ، روزگار کو زیادہ سے زیادہ کرنے اور شرح سود کو مستحکم کرنے کے لیے مالیاتی پالیسی نافذ کی ہے۔ یہ صارفین کی حفاظت کے لیے بینکاری نظام کی بھی نگرانی کرتا ہے۔ ہم ان کاموں کو ذیل میں زیادہ گہرائی سے دیکھیں گے۔

قرضے "فریکشنل ریزرو" قرض دینے کے نام سے جانا جاتا ہاتھ کی ایک اور سمٹ میں ، وہی ذخائر کئی بار قرضے دے رہے ہیں ، اور رقم کی فراہمی کو مزید وسعت دیتے ہیں ، ہر قرض والے بینکوں کے سود (ادھار) پیدا کرتے ہیں ۔ یہ رقم کمانے کا عمل ہی تھا جس نے اس کے چیئرمین رائٹ پیٹ مین کی حوصلہ افزائی کی 1960 کی دہائی میں ہاؤس بینکنگ اور کرنسی کمیٹی ، فیڈرل ریزرو کو پیسہ کمانے والی مشین کہتے ہیں۔ انہوں نے لکھا: "جب فیڈرل ریزرو ایک چیک لکھتا ہے ایک سرکاری بانڈ یہ بالکل وہی کرتا ہے جو کوئی بھی بینک کرتا ہے ، یہ رقم پیدا کرتا ہے ، مکمل رقم اور خالصتا بس ایک چیک لکھ کر اس نے پیدا کیا ۔" فیڈرل ریزرو بینک کس طرح پیدا کرتا ہے اس کے حصص یافتگان

کے لئے منافع اس کے جاری کردہ فیڈرل ریزرو نوٹ کے ساتھ حاصل کردہ بانڈز پر سود (ادھار) ادا کرتی ہے فیڈ کے آپریٹنگ اخراجات اور اس کے بینکر حصص یافتگان کو 6٪ واپسی کی گارنٹی ہے۔ وال اسٹریٹ ہائی فنانس کی دنیا میں صرف 6٪ سالانہ منافع نہیں سمجھا جاسکتا ہے، لیکن زیادہ تر کاروبار جو اپنے تمام اخراجات کو پورا کرتے ہیں اور اپنا خرچ دیتے ہیں حصص یافتگان کی ضمانت شدہ 6٪ واپسی کو "منافع بخش" کارپوریشنوں پر غور کیا جاتا ہے۔اس گارنٹیڈ 6٪ کے علاوہ، بینکوں کو اب سود سے حاصل کیا جائے گا. ٹیکس دہندگان کو ان کے "ذخائر" پر فیڈرل کے ذریعہ ریزرو کی بنیادی ضرورت ریزرو 10٪ ہے فیڈرل ریزرو بینک آف نیویارک کی ویب سائٹ واضح کرتی ہے کہ جیسا کہ رقم ہے پورے بینکنگ سسٹم میں دوبارہ پوسٹ اور پرجوش، "ریزرو" میں رکھے ہوئے یہ 10٪ کر سکتے ہیں قرضوں میں دس بار رقم کی جائے؛ یعنی $10،000 ذخائر بن جاتا ہے **100،000 in** قرضوں میں۔ فیڈرل ریزرو کے شماریاتی اجراء **H.8** کل "قرضوں اور 24 ستمبر، 2008 تک 7،049 بلین میں بینک کریڈٹ میں لیزیں۔اس کا دس فیصد ہے **700** بلین ارب اس کا مطلب ہے کہ سالانہ کم از کم **700** بلین ہم ٹیکس دہندگان بینکوں کو اس وقت سود دیتے ہیں تاکہ بینک اپنے ذخائر کو برقرار رکھ سکے قرضوں میں دس بار سود جمع کریں۔ بینکس ٹیکس دہندگان سے یہ منافع حاصل کرتے ہیں کہ وہ بینکوں کو رکھنے کی سعادت حاصل کریں۔ایک طاقتور آزاد نجی مرکزی بینک کے ذریعہ محفوظ مفادات، یہاں تک کہ جب ان مفادات کو ٹیکس دہندگان کی مخالفت کی جاسکتی ہے۔-مثال کے طور پر، جب بینک

استعمال کرتے ہیں قیاس آرائی پر مبنی اسکیموں کو فنڈ دینے کے لئے نجی منی تخلیق کاروں کی حیثیت سے ان کی خصوصی حیثیت جو امریکی معیشت کے خاتمے کا خطرہ ہے۔ دوسرے خاص فوائد میں، بینکوں اور دوسرے مالیاتی ادارے (لیکن دوسرے کارپوریشنز نہیں) کم فیڈ پر قرض لے سکتے ہیں کے بارے میں 2 فنڈز کی شرح. پھر وہ مڑ سکتے ہیں اور اس رقم کو 30 سال میں ڈال سکتے ہیں ٹریژری بانڈز 4.5.، فیصد پر، ٹیکس دہندگان سے صرف ٪. ٪ فیصد حاصل کرتے ہیں، صرف نیک نامی سے پسندیدہ بینکوں کے طور پر ان کی پوزیشن کی. بینکوں کی ایک لمبی فہرست ہے (لیکن دوسرے کارپوریشنوں میں نہیں) اب یہ مختصر فروخت سے بھی محفوظ ہے جو دوسرے اسٹاک کی قیمت کو کریش کر سکتی ہے۔

==========

ختم شد